اب سوال یہ ہے کہ

آمیہ رزاقی

وہ خاصی چڑچڑی اور بدلحاظ ہو گئی تھی۔ ہر بات کا الٹا جواب دے کر سوال کرنے والے کو شرمندہ کر دیتی۔ مگر امی اسے فوراً" دلاسا دے کر بہلا لیتیں۔ مجھے اس کی حرکتیں بری لگ رہی تھیں۔ امی میری ناگواری دیکھ کر چپکے سے کہتیں۔

"بے ماں کی ہو گئی ہے۔ اس لیے اپنا دکھ ظاہر کرتی ہے۔ کوئی بھائی بہن بھی نہیں جو اسے تسلی دیں۔"

"آپ آتو گئی ہیں تسلی دینے۔ کیا یہ کافی نہیں اور بہن بھائی کے نہ ہونے یا ماں کی فوتگی اللہ کی رضا سے ہے۔ دوسروں کو شرمندہ کرنے کا اسے کیا حق ہے۔"

اس دن امی نے اس سے کہا۔ "تمہاری ماں بہت سلیقہ مند اور منتظم خاتون تھیں۔ دیکھو گھر کیسا لش لش کر رہا ہے۔ سجا بنا۔ بس جو چیز جہاں ہے۔ اسے اسی

مجھے اس کی باتیں عجیب لگتی تھیں۔ بہت گہری اور الجھی ہوئی۔ سمجھنے کے لیے ذہن پر زور دینا پڑتا تھا۔ بہت قابل سمجھتی تھی خود کو، ہر کسی پر اپنی قابلیت کا رعب ڈالتی تھی۔ معلومات کافی وسیع تھیں۔ کس شہر کی کیا چیز مشہور ہے۔ کس صوبے کی کیا تاریخ اور کیسی معاشرت اور رسوم ہیں۔ بلکہ ایشیا خصوصاً" اسلامی ممالک کی تاریخ بھی ازبر تھی۔

افوہ... میں تو اس سے متاثر ہو گیا۔ کیونکہ تاریخ سے مجھے دلچسپی نہ تھی اور ماموں خود بھی تاریخ کے رسیا۔ انہوں نے بیٹی کو بھی گھٹی میں دنیا کی تاریخ گھول کر پلا دی تھی۔ میں اس سے مرعوب ہو گیا۔ خود کو اس سے کمتر سمجھنے لگا۔ کافی عرصہ میں ماموں کے گھر نہیں گیا تھا۔ امی چاہتی تھیں۔ میں ماموں سے رابطہ، تعلق

رکھوں۔ ثمران کی قابل لائق بیٹی۔ جسے اکلوتا ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یعنی اکلوتی واحد اولاد۔ افوہ! ہیرے موتی جڑی۔ چڑی ہو گئی اس کی قابلیت سے۔

پھر عرصہ بعد۔ ممانی کی وفات پر امی کے ساتھ جانا پڑا۔

ماموں بے حد افسردہ تھے۔ بہت اچھی منتظم محبت کرنے والی بیگم تھیں۔ سماں بھی بہت بکھری بکھری اداس بغمزدہ تھی۔ چہرہ آنسوؤں میں بھیگا بھیگا رہتا۔ لال آنکھیں، ہونٹ بسورنے کو ہردم تیار۔ امی نے اسے اپنی شفیق بانہوں میں لے کر پیار کیا۔ اس کے ساتھ روئیں۔ سمجھاتی رہیں۔ انہیں اس پر بہت پیار آرہا تھا۔

طرح سے رکھنا۔ تاکہ تمہارے باپ کو کسی کمی کا احساس نہ ہو۔ پہلے ہی وہ غم زدہ ہے۔"

"یعنی۔ ابو امی کو فوراً" بھول جائیں۔ یہ چاہتی ہیں آپ۔" وہ بگڑ کر بولی۔ آنکھیں مزید لال۔

"وہ بھولنے والی ہستی نہیں تھی بیٹا۔ میرا مطلب ہے۔ احد کو گھر اسی طرح نظر آئے جیسے روحانہ کی زندگی میں تھا۔ احد یہی محسوس کرے کہ وہ یہیں ہے۔ جدا نہیں ہوئی۔ اس کی سجائی ہوئی چیزیں اپنی جگہ موجود ہیں۔ جہاں اس نے جو چیز رکھی ہے وہیں ہے۔ احد کو اس سے تسلی ہوگی۔"

"لیکن میں تو چاہتی ہوں ہر چیز گڑبڑ ہو جائے۔" وہ کچھ سوچ کر بولی "تاکہ ابو کو امی کی کمی محسوس ہوتی

رہے۔ وہ ایک منٹ کو بھی امی کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ اگر سب کچھ پہلے جیسا رہا تو تمہاری نہیں ہو گی امی کی۔" (جھکی نہ ہو تو فضول لڑکی)

امی چپ ہو گئیں۔ مگر وہ "نوٹی" سمجھانے میں کمی نہ کی۔ سخت زہر لگتی تھی مجھے اس کی فضول گوئی اور فضول حرکتیں۔ ماموں کی موجودگی میں کوئی برتن اس کے ہاتھ گر جاتا۔ چھناکے کے ساتھ اس کی ہائے ہائے۔ کبھی میز پر رکھی فروٹ کی پلیٹ نیچے جا پڑی۔ خود ہی گرائی خود ہی واویلا کرتی۔ اچھی بھلی چائے کی پیالی میز پر الٹ جاتی۔ چائے میز پر پھیل جاتی اور یہ چوروں جیسی شکل بنائے انگلیاں مروڑ رہی ہوتی۔ امی اور ماموں کی تسلیاں۔ اف! آنجھی غم سے لبریز آواز کو مزید موٹی کر کے کہتی۔

"ہائے... اف... امی کو یہ واٹر سیٹ کتنا پسند تھا۔ گلاس میرے ہاتھ سے پھسل گیا۔ اللہ جی... امی ہوتیں تو ابھی مجھ کو تھپڑ مارتیں اور کہتیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں سوراخ ہیں کیا۔ ہائے امی۔ کل پلیٹ بھی میرے ہاتھ سے پھسل کر گر گئی۔ سچ امی مجھے بہت ڈانٹتیں۔ اب بھلا کون ہے جو مجھے ڈانٹے مارے۔ میں تو مر ہی جاتی تو اچھا ہوتا۔"

ماموں فوراً "اٹھ کر اسے گلے لگاتے پیار کرتے۔ یا باتیں کرتے کرتے اٹھ کر باہر چلے جاتے۔ مجھے اس کی بناوٹی ایکٹنگ پر غصہ آتا تھا۔ مکار لڑکی۔ امی نے اس کے اسکول جانے کے بعد ماموں سے بات کی۔ کہ اب کس طرح گھر چلاؤ گے۔ لڑکی تو گھر سنبھالنے کے قابل نہیں۔ سوچتی ہوں۔ میں رہ جاؤں۔ کچھ دن اسے سنبھلنے میں لگیں گے۔ میری وجہ سے اسے اپنی تنہائی کا احساس نہ ہو گا... نوکروں کو بھی سمجھانا ہے۔ تم کیسے نپٹو گے۔ ان معاملات سے۔ مگر ماموں نے انہیں اطمینان دلا دیا۔

"آپا! آپ کب تک اپنا گھر بار چھوڑ کر رہ سکتی ہیں نوکروں کو سمجھا دیں۔ ویسے تو سب پرانے ہی ہیں۔ بوا موجود ہیں۔ سماں کی دیکھ بھال کر لیں گی۔ اب وہ بڑی ہو رہی ہے۔ سمجھ دار ہے۔ میں بھی دیکھتا رہوں گا۔"

"سماں سمجھ دار ہے؟" مجھے ہنسی آ گئی۔ جھکی ڈرامہ باز۔ ہم واپس آ گئے اور کافی عرصہ میں تو پنڈی گیا ہی نہیں۔ کبھی کبھار امی ابا چلے جاتے۔ میں نے پوچھا بھی نہیں کہ ماموں کی بیٹی نے اب اور کون سا بہروپ اختیار کیا۔

☼ ☼ ☼

پھر کافی دن امی بھی نہیں جا سکیں۔ اور ایک دن خبر آئی۔ ماموں نے شادی کر لی۔ جس نے سنا حیرت ظاہر کی۔ یعنی مرحومہ بیوی کی یادوں کو دماغ سے نکال دیا۔ شاید دل سے بھی... اور اب۔ وہ پگلو.... جھکی لڑکی کسی طرح باپ کو ماں کی محبت کا احساس دلاتی ہو گی۔ امی بہت پریشان تھیں۔ انہیں شکوہ تھا کہ نہ بھائی نے اطلاع دی نہ بھتیجی نے۔ کس سے شادی ہوئی۔ کون ہے؟ کیا ہے؟ اتنی رازداری!!

ابا کی بیماری، اس کے بعد یک بیک فوتگی کی وجہ سے امی جا سکیں نہ میں۔ ماموں کو فون کیا۔ تو وہ مری بھوربن کی سیر کو چلے گئے تھے۔ ہیں؟ ہنی مون۔ بڈھے منہ مہاسے۔ لوگ چلے تماشے... ارررے۔ ہنسی آنے لگی۔ وہ جھکی لڑکی موجود تھی بمع اپنی نستعلیق بوا کے۔ بوا ہی لقمے دیتی رہیں۔

"کہہ دو گئے ہیں کہیں کام سے۔ ارے بھئی ہمیں کیا علم کس سے شادی کی... کہہ دو ایک ہفتہ بعد فون کریں اور ہاں بتا دو... کہ تم پڑھائی میں مصروف ہو۔ فون سننے کی فرصت نہیں۔"

بوا بولتی رہیں، وہ دہراتی رہی۔ اس کے علاوہ۔ اوں۔ آں کے گونگے اشارے توبہ۔ امی نے خود بوا سے بات کی ہو تو پتا نہیں پھر۔ وقت تھوڑا اور گزرا۔ اجو بھیا کا ٹرانسفر پشاور ہو گیا۔ وہ بھابی کو لے کر چلے گئے۔

امی کو اب بے چینی شروع ہو گئی۔ ایک تو ماموں نے ابا کے انتقال کے بعد بھی یہاں آنے کی زحمت نہ کی تھی۔ مری سے آ کر فون کر لیا اور کوئی مجبوری بیان کر دی۔ فون تو کئی بار آئے مگر بیگم کے سوال پر کچھ

ہچکچاتے رہے بتایا نہیں کہ کس پری چہرہ کو ان کی بیگم بننے کا شرف نصیب ہوا ہے۔

امی مجھے لے کر پنڈی پہنچیں۔ ماموں گیٹ پر ہی مل گئے۔ بہت فٹ فاٹ۔ چاق و چوبند۔ اندر ممانی سے تعارف ہوا۔ نئی ممانی۔ خاصی مایوسی ہوئی۔ کافی عمر کی کچھ زیادہ ہی صحت مند۔ سانولی اور۔۔۔ بھدی روحانہ مامی کے برعکس خیر مجھے کیا۔

امی کا موڈ خراب تھا۔ ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا۔ کچھ عام سے روایتی جملوں کے بعد انہوں نے یعنی ممانی نے با آواز بلند پکارا۔

"سما۔ او سماں۔ ارے بھئی تمہاری پھوپھی آئی ہیں۔ کچھ چائے پانی بھی لے آؤ۔ ذرا جلدی۔"

پھر امی سے مخاطب ہوئیں "آپا! پتا نہیں کس قسم کی لڑکی ہے۔ میں مہینوں سے اس کی تربیت کر رہی ہوں۔ مگر پتا نہیں کیا مزاج لائی ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ آتا ہی نہیں۔ نہ جانے کن خیالوں میں گم رہتی ہے۔ آپا! آپ ہی سمجھائیں۔ گھر میں گھر کی لڑکی کی طرح رہنا سیکھے مہمان نہ بنی رہے۔"

منہ بگاڑ کر بڑی بے تکلفی سے کہہ رہی تھیں۔ نہ جانے گھر کی لڑکی سے کیا مراد تھی؟

چند منٹ بعد وہ مہمان لڑکی اندر آئی اور امی سے لپٹ گئی۔ امی نے اسے پاس بٹھا لیا۔ بجھی بجھی سی تھی۔ سر نیچا کیے امی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ کہ نئی اماں جان نے اپنی کراری کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"لو' آ گئیں اور جو میں نے کہا تھا کہ کچھ چائے پانی لے آؤ۔ اس کا ذکر ہی نہیں۔ لڑکی! میری کوئی بات کبھی تو مان لیا کرو۔"

وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ تو امی نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ اور ترشی سے بولیں۔

"رہنے دو میں چائے پینے نہیں۔ کئی دن رہنے کے لیے آئی ہوں۔ جب جس چیز کا دل چاہے گا۔ مانگ لوں گی۔ مہمان نہیں ہوں۔ تم بیٹھو میرے پاس۔ ہاں' اب کس کالج میں ہو؟"

نئی اماں کی بولتی بند کرا کے اب پھپھی بھتیجی راز و نیاز میں مصروف ہو گئیں۔ میں اٹھ کر باہر آ گیا۔ نئی دن رہنے کا کہہ کر ممانی کو پریشان ضرور کر دیا تھا۔ میں نے اپنے بیگ گیسٹ روم میں رکھے ماموں کو بتا کر گھر سے نکلا اور ادھر ادھر مٹر گشت کے بعد گھر آیا تو کھانا لگ رہا تھا۔

مومانی نے ماموں کو بلایا۔ ہم سب کھانے کے لیے کمرے میں آئے۔ ہم بیٹھ گئے تو سماں گرم گرم روٹیاں لے کر آئی۔ امی نے پیار سے کہا۔

"آؤ سماں۔ روٹی خانساماں لے آئے گا۔ تم کھانا کھاؤ۔"

اس نے گردن جھکا کر کچھ من من کی۔ ممانی نے کرختگی سے ترجمانی کی۔

"آپا! اسے گرم روٹی لانے دیں۔ یہ بعد میں کھا لے گی۔" امی کی تیوری پر بل آ گئے۔

"کیوں یہ روٹی کیوں لا رہی ہے؟ خانساماں لے آئے گا۔ کیا یہ نوکر ہے کہ بعد میں کھائے گی۔ اور یہ بوا کدھر ہیں۔ نظر نہیں آ رہیں۔ کب سے آئی بیٹھی ہوں۔"

"وہ۔۔۔ آپا بہت ضعیف ہو گئی تھیں تو اس لیے ہم

نے انہیں فارغ کر دیا۔"
ماموں نے کچھ عجلت سے کہا تو امی جیسے چونک گئیں۔ ہاتھ میں لیا ہوا چچہ میز پر رکھ دیا۔
"کیوں بھئی اتنی پرانی۔ سماں کے پیدا ہونے سے پہلے کی آئی ہوئی۔ روحانہ کی کس قدر خدمت اس نے کی۔ اس خدمت کا سماں کو پالنے کا یہ صلہ دیا اسے؟ ارے اس بوڑھی کو دو روٹیاں نہیں کھلا سکتے تھے تم؟"
امی نے ایک ہاتھ سے سر تھام لیا تھا۔
"یہ اس وفادار شریف وضع دار اور اعلا ظرف عورت کو انعام دیا گیا۔ ساری جوانی جس نے تمہارے دروازے پر گزار دی۔ روحانہ کے بعد گھر کا انتظام سنبھالے رکھا۔ کوئی طلب نہ تقاضا خوددار اتنی کہ اپنے دکھ بیماری میں خود علاج کرتی۔ اپنی تنخواہ سے کپڑے بناتی ہر ضرورت خود پوری کی۔ کبھی تم سے سہولت نہیں مانگی۔ احد! اتنے کم ظرف اور خسیس کب سے ہو گئے تم۔ شادی کیا کرلی۔ اپنی فطرت ہی بدل لی اچھا اور وہ خانساماں بھی کیا بوڑھا ہو گیا تھا۔ کدھر ہے؟"
"وہ۔ آپا! یہ سماں روٹی بنانا سیکھ رہی ہے تو سوچا اچھا ہے سیکھ لے۔"
"ہمارے گھرانے کی تو کوئی لڑکی۔ خانساماں مرد سے روٹی بنانا نہیں سیکھتی۔ تم نے نیا قانون بنا لیا۔ خود بناتیں تو وہ سیکھ لیتی۔"
"نہیں آپا۔ خانساماں نہیں۔ عورت ہے۔ اس کے ہاتھ کی روٹی آپ کے بھائی کو پسند نہیں۔ اس لیے سماں نے کہا۔ کہ وہ روٹی پکالے گی۔"
ممانی چڑچڑ ناگوار انداز میں بوٹی چباتے ہوئے کہنے لگیں۔ امی کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے کھانا شروع ہی نہیں کیا تھا۔ ماموں بھی پلیٹ پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ممانی مگر سماں کی لائی ہوئی دو عدد گرم روٹیاں کھا چکی تھیں۔ اب بوٹی اور ہڈی سے نبرد آزما تھیں۔
"اچھا۔ میں دیکھتی ہوں۔" امی نے کہا اور کرسی کھسکائی۔ ماموں نے اشارہ کیا۔ ممانی نے امی سے کہا۔
"ارے' ارے آپا' آپ کہاں چلیں۔ کھانا تو کھالیں۔ گرم روٹی۔"
"میں سمی کے ساتھ کھالوں گی بعد میں تم کھاؤ۔" کہہ کر وہ باہر نکل گئیں۔
میں نے ماموں کے اشارے پر سالن نکالا اور کھانا شروع کر دیا۔ امی دو روٹیاں لے کر آئیں۔ میز پر رکھ کر جانے لگیں۔ ممانی نے کہا۔
"آپا! وہ گھر کی لڑکی ہے۔ اسے کرنے دیں۔ آپ کیوں تھک رہی ہیں۔ آپ سفر کر کے آئی ہیں۔ مہمان ہیں۔ بڑی بہن۔"
"میں کہہ چکی ہوں۔ میں مہمان نہیں ہوں۔ میں روٹی پکا رہی ہوں۔ تم لوگ کھاؤ۔ ویسے بھی تم نے ابھی کہا تھا کہ سماں.... مہمان بنی رہتی ہے۔ یہی کہا تھا ناں تم نے تو مہمان سے روٹی پکوانے کا شاید تمہارے گھرانے کا رواج ہو گا۔"
اسی وقت سماں روٹی لے کر آئی۔ امی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"چلو بیٹھو۔ اب تم میرا ساتھ دو۔ گوہر کھا چکی ہے۔ باقی روٹیاں وہ پکالے گی۔" ماموں نے امی کو بتایا۔
"آپا! آپ کو بہت فکر تھی سماں کی۔ اب اس نے سب کچھ سیکھ لیا ہے۔ کھانا پکانا اور سلائی وغیرہ۔"
فخریہ انداز تھا۔ امی نے چڑ کر ان کا چہرہ دیکھا۔
"اچھا! اسے اسی لیے کالج سے اٹھالیا' پڑھائی ختم کر دی کہ یہ نوکروں والے کام کرے۔"
ماموں کسمسا کر بولے۔ "آپا! اپنے گھر کے کام کر کے کوئی نوکر بن جاتا ہے؟"
"جن کے ماں باپ باحیثیت ہوں اور ان کی اولاد ذہین اور پڑھنے کی شوقین ہو۔ ان کی تعلیم بہ جبر ختم کروا کے۔ خانساماں کو ہٹا کے' پرانے نوکروں کی چھانٹی کر کے.... خرچ تو بچا لیا۔ بٹی کو کچن کے حوالے کر دیا۔ کتنی بچت ہوئی ہو گی احد! بہت کفایت شعار ہو گئے ہو۔ اب اور کتنی بچت کی اسکیم ہے۔؟" سماں کا سر نیچے جھکتا چلا گیا۔
"بچت؟ آپا۔ بچت کیسی؟ سماں میری بیٹی ہے۔ اس پر جبر کیوں کروں گا میں۔ اس کا دل پڑھائی سے اچاٹ

ہو گیا تھا۔ بس۔" ماموں اندر ہی اندر تلملا رہے ہوں گے۔

"اگر بیٹی سمجھتے تو اس سے ایک بار پوچھ لیتے' وہ پڑھنا چاہتی ہے یا گھر بیٹھنا۔ اگر اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا تو ٹیوشن رکھ کر زبردستی پڑھاتے۔ آج کل تو لڑکیوں کی تعلیم پر بہت توجہ دی جاتی ہے سماں کی تو ماں بھی ایم اے پاس تھی۔ جب گوہر کے ذمے بچی کی تربیت ہو گی۔ تو جو اس نے خود کیا ہے زندگی بھر وہی تو اسے سکھائے گی۔ ظاہر ہے کچن سنبھالنا۔ روٹیاں تھوپنا برتن دھونا۔"

ممانی روٹیاں لے آئی تھیں اور انہوں نے سب سن لیا تھا۔ مگر امی۔ دیکھ نہ سکیں۔ ممانی کے چہرے پر سیاہی دوڑ گئی تھی۔ چہرہ ناگواری کا غماز تھا۔ مگر کہا تو یہ۔

"آپا! یہ مٹر قیمہ تو چکھیں۔ میں نے خود بنایا ہے۔ کھائیے نا۔ آپ کچھ لے نہیں رہیں۔"

"لوں گی۔ ہاں ہاں لے لوں گی تمہارے ہاتھ کا پہلی بار تو نہیں کھا رہی۔ روحانہ کی زندگی میں دسیوں بار تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھایا ہے۔ نئی کون سی بات ہے۔ غلط تو نہیں کہا کچھ؟"

امی کی فطرت تو ایسی نہ تھی پتا نہیں ممانی سے کس بات کا بدلہ لے رہی تھیں۔ سماں سے تو کھایا ہی نہیں جا رہا تھا۔ امی نے اس کی پلیٹ میں قیمہ ڈالا۔

"کھاؤ بیٹا۔ گرم روٹی لو۔ قیمہ کھاؤ۔ کھانا تو ہمیشہ گوہر اچھا پکاتی تھی۔ روحانہ کو بھی پسند تھا۔ تب ہی۔" چپ ہو گئیں۔

خود کو مزید کچھ کہنے سے روک لیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر امی نے ماموں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھا میں کل سماں کو لے کر کالج جاؤں گی۔ مس پروین سے بات کرتی ہوں۔ اپنی تعلیم مکمل کرو بیٹا۔" اب سماں سے مخاطب ہوئیں۔

"کیا میں۔ پھپھو اب کیا ضرورت ہے۔" وہ منمنا رہی تھی۔

"تمہیں ضرورت نہ ہو گی۔ ہمیں تو ہے۔ میں تمہیں خاندان کی دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں جاہل دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔ تمہیں احساس ہے کہ اب مقابلے کا دور ہے۔ تعلیم ہی انسان کو عروج پر پہنچاتی ہے۔ تعلیم ہی زندگی کے مقاصد سے آگہی دیتی ہے۔ تعلیم ہی ہے جو آدمی کو انسان بناتی ہے۔ تمہارے باپ کو تو جاہلوں کی صحبت نے بے حس بنا دیا ہے۔ ورنہ اس سے زیادہ تو تعلیم کا حامی کوئی نہیں تھا۔ بھلا بتاؤ! جس کی ماں ایم اے گولڈ میڈلسٹ ہو۔ اس کی بیٹی جاہل رہے۔ ستم ہے کہ نہیں؟ آج کل لوگ خاندان اور تعلیم کو اہمیت دیتے ہیں۔ تم تو ہمیشہ ہر کلاس میں فرسٹ آتی تھیں۔ اسپورٹس میں' تقریری مقابلوں میں میڈل ملتے تھے۔ اب کیا ہو گیا۔ یا تم پر بھی جاہل صحبت نے اثر ڈال دیا ہے۔ اپنی عمر کے بچوں میں سب سے زیادہ قابل تھیں تم۔"

امی کی تقریر تو ابھی جاری تھی۔ ماموں اٹھ کر چلے گئے۔ سماں بھی سٹپٹائی ہوئی سی لگی۔ ممانی کے ہاتھوں کی لرزش معاملے کی سنگینی کی خبر دے رہی تھی۔ ان کے چہرے پر مزید سیاہی پھیل گئی تھی۔ مگر وہ میں دیکھ سکتا تھا۔ امی نہیں' جوش خطابت اور بھتیجی کی محبت میں انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے امی کے یہ مکالمے ڈائیلاگ ان کا رویہ پسند نہیں آیا۔ بھئی ٹھیک ہے۔ بھتیجی کے مسائل سے آگہی ہے مگر دوسروں کو طنز کا شکار بنانا۔ کمرے میں آئیں تو میں نے برملا ناگواری کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا۔

"تم کو کچھ علم نہیں۔ تم مت بولنا۔ میں اس بچی کی بھلائی کے لیے جو کچھ ہو سکا۔ کروں گی۔ ضرورت پڑی۔ تو احد کی پٹائی بھی کر دوں گی۔ ہاں ہاں۔" "بچپن سے ہی مجھ سے پٹتا آ رہا ہے۔ اب بڑھاپے میں کیا چھوڑ دوں گی۔ بے وقوف۔"

مجھے ہنسی آئی تو امی بھی ہنس دیں۔ "امی! ماموں بے وقوف نہیں۔ سیدھے ہیں۔"

"ہاں سیدھے ہیں۔ بلکہ ایسے عقل سے پیدل کہ کوئی بھی الو بنا دیتا ہے۔ اب اسے بھی ٹھیک کروں گی۔" امی کے ارادے خاصے خطرناک تھے۔

☆ ☆ ☆

سماں کی امی۔ روحانہ امی کی بچپن کی دوست ' کلاس فیلو اور اتفاق سے پڑوسن بھی تھیں۔ دونوں میں دوستی محبت بہت تھی۔ پھر ماموں سے ان کی شادی بھی ہو گئی۔ تعلق مزید گہرا ہو گیا۔

امی بتاتی تھیں کہ وہ بچپن میں بہت بیمار ہو گئی تھیں۔ اسکول چھٹ گیا۔ پڑھائی سے دل اچٹ گیا۔ روحانہ نے انہیں اکسایا اور زبردستی پڑھائی پر راضی کیا۔ پھر وہ دونوں ایک کلاس میں داخل ہوئیں۔ امی ان سے عمر میں بڑی تھیں۔ مگر روحانہ ممانی عقل میں ان سے زیادہ تھیں۔ اور تعلیم کی افادیت پر یقین رکھتی تھیں۔

امی کی شادی ہو گئی۔ وہ پڑھتی رہیں۔ ہر بار ہر کلاس میں فرسٹ آتی رہیں۔ آخر گولڈ میڈل حاصل کر لیا۔ وہ تو پی ایچ ڈی کرنا چاہتی تھیں۔ مگر والدین کو ان کی شادی کی جلدی تھی۔ ماموں اچھی پوزیشن حاصل کر چکے تھے۔ بہت خوشگوار زندگی تھی۔ خوب صورت اور خوش حال' ان کی جواں مرگی کا امی کو بہت صدمہ تھا۔ مگر بچاری نئی ممانی کا اس میں کیا قصور تھا۔ جو امی ان کو سنا رہی تھیں اپنی ناگواری۔ ماموں کی شادی کا بھی دکھ تھا۔ حالانکہ ماموں کو ضرورت تھی گھر سنبھالنے کے لیے سماں کی دیکھ بھال کے لیے۔ بوا جب تک رہیں۔ کام چلتا رہا۔

☆ ☆ ☆

اگلی صبح وہ سماں کو لے کر کالج چلی گئیں۔ ممانی سخت مضطرب اور طیش کے عالم میں بڑبڑاتی رہیں۔ ماموں آفس چلے گئے۔ میں کمرے میں لیٹا ناول پڑھتا رہا۔ کچن سے ممانی کی برتن پٹخنے کی آوازیں آتی رہیں۔

امی آئیں تو بہت خوش تھیں۔ سماں تو سیدھی کمرے میں جا گھسی' امی نے بتایا۔ داخلہ ہو گیا ہے۔ بہت آسانی سے۔ پرنسپل حیران تھیں کہ اتنی قابل ' لائق ' ذہین اسٹوڈنٹ نے یک لخت کالج کیوں چھوڑ دیا۔ ماموں آئے تو انہیں بھی خوش خبری سنائی۔

”میں نے تو مس پروین کی خوب خبر لی کہ ایک ذہین ' قابل ' اسٹوڈنٹ کے کالج چھوڑنے کا انہوں نے کیوں نوٹس نہ لیا۔ یہ زمانہ ء جہالت نہیں ہے کہ لاپروائی برتی جائے۔ وہ بھی کہہ رہی تھیں کہ میں خود حیران تھی کہ وہ کیوں گھر بیٹھ گئی۔ وہ تو کالج کی سب سے بہترین اسٹوڈنٹ۔ کالج کی کریم کہلاتی تھی۔ مگر اس کے والد نے خود کہہ دیا کہ وہ پڑھنا نہیں چاہتی۔ مجھے سخت صدمہ پہنچا تھا۔ لیکن دوسرے کی اولاد پر ہم کیسے اختیار حاصل کر سکتے ہیں۔ اب سماں کو کچن سے چھٹی دلاؤ۔ میں نے کہہ دیا ہے۔ کہ اسے اب صرف پڑھنا ہے اور کمی پوری کرنی ہے اور احد! اب کچھ اپنی عقل اور حق استعمال کرنا سیکھو۔ کچھ دن بعد اسے یونیورسٹی جانا ہو گا۔ تمہاری ذمے داری ہے کہ اسے پہنچاؤ۔ اور لاؤ۔ میں کسی اور پر بھروسا نہیں کر سکتی۔“

ماموں نے چپکے سے کچھ کہا۔ تو امی بگڑ گئیں۔

”کیا مشکل ہے۔ ساری دنیا میں ماں باپ یہ ذمے داری نبھاتے ہیں۔ ماں اس کی نہیں تو پھر کیا تم بھی اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔ یاد نہ ہو تو میں یاد دلا دوں ' تمہاری بیٹی کے لیے کہہ رہی ہوں۔ جس کی ماں ایم اے گولڈ میڈلسٹ تھی جو اپنی بیٹی کو ڈاکٹر یا انجینئر بنانا چاہتی تھی۔ وہ بیٹی۔ جو تمہاری اکلوتی بیٹی ہے ' کسی اور کی نہیں۔“ امی سخت ناراض تھیں۔

ماموں الجھ کر بولے۔ ”آپا! میرا مطلب ہے مجھے اتنا ٹائم ملتا ہی نہیں پابندی سے۔۔۔ کوئی بھی کام کرنا میرے لیے انتہائی مشکل ہے۔“

”اچھا پھر تو کون یہ ذمے داری لے گا؟ کوئی پڑوسی؟ یا پھر تم کہنا چاہتے ہو کہ اس کو کالج میں داخلہ دلانا میری غلطی ہے؟ ٹھیک ہے۔ اب یا تو میں مستقل رہ کر سماں کو کالج لے جانے اور لانے کی ڈیوٹی دوں یا پھر اسے لاہور لے جاتی ہوں۔ بہرحال میں کسی طور اس بچی کو تمہارے جاہلانہ ماحول سے بچانے کی کوشش کرتی رہوں گی۔ اور ہاں۔ آفس کی ذمے داری کے سوا اور کون سی مشقت تم کرتے ہو؟ پہلے تو تمہارے اور روحانہ کے دوست احباب ' ملنے باقاعدہ یہاں آیا

کرتی تھیں۔ اب تو۔۔۔ میں نے دیکھا اور محسوس کیا ہے کہ روحانہ کے عزیز بھی نہیں آتے۔ کنی کتراتے ہیں۔ ظاہر ہے اس جاہلانہ ماحول میں آکر کون وقت ضائع کرے گا۔ لوگ آتے تھے۔ ادب پر سماجی معاملات اور سیاست پر گفتگو ہوتی تھی۔ ارے احد۔ کیسا دلچسپ دور تھا۔ بہت پرلطف۔۔۔ وہ تھانا۔۔۔ کمال زاہد' کہاں ہے۔ کیسے لطیفے فی البدیہہ سناتا تھا۔ محفل زعفران زار ہوجاتی تھی۔"

امی کے لیکچر نے ماموں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔ چہرہ کھل گیا۔

"جی آپا! کمال روحانہ کا بھتیجا تھا۔ امریکہ میں ہے۔"

دونوں پرانے وقت میں کھوگئے۔ میں نے شکر ادا کیا کہ ماحول خوشگوار ہوگیا۔ اور دو دن کچھ بہتر گزرے۔ وجہ یہ کہ سمل کالج جانے لگی۔ ماموں نے بخوشی اس کی لے جانے اور لانے کی ذمہ داری نبھائی۔ امی سمل کے کپڑوں' جوتوں کا بھی معائنہ کرکے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتی رہیں۔ شام کو اسے ساتھ لے جاکر بہت اچھے ڈریس بھی لے آئیں۔ اور تاکید کہ کالج میں بدحالی کی تفسیر بن کر جانے کی ضرورت نہیں۔ خوش لباسی خوش پوشاکی سے بھی شخصیت نکھر جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ تین چار دن بعد ہم واپسی کے لیے گھر سے نکلے۔ ماموں چھوڑنے آرہے تھے۔ امی نے ایک بار پھر ماموں کی کلاس لے ڈالی۔

"سمل کی فکر رہے گی۔ مگر ہر مہینہ آتی رہوں گی۔ تم بھی ذرا بچی کی صحت کا خیال کرو۔ اس کی غذا کی طرف توجہ دو۔ بہت دبلی ہو رہی ہے۔ پتا نہیں تم اتنے لاپروا کیوں ہوگئے ہو۔ وہ تمہاری بیٹی ہے۔ تمہیں ہی اس کی فکر ہونی چاہیے۔ مگر۔۔۔ نہ جانے کیوں اتنے بے نیاز ہوگئے ہو۔ ارے بابا۔ اکلوتی بیٹی۔ کسی کی پالی ہوئی نہیں۔ تمہاری اپنی۔ اس کے سوا اور کون ہے۔ گوہر سے تو امید نہ رکھنا اولاد کی۔ اس قدر چربی چڑھالی ہے وجود پر کھا کھا کر۔ پہلی نظر میں تو میں نے پہچانا بھی نہیں۔ توبہ۔ گوشت کا پہاڑ بنالیا خود کو۔"

ماموں شرما گئے۔ (میں بھی) امی نے ان کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیا کرتی رہیں تقریر۔

☆ ☆ ☆

لاہور آکر میں نے نورین کو بتایا۔ "امی ماموں کے پیچ کس کر آئی ہیں خوب۔"

"ہائیں۔ ماموں کے پیچ کس نے ڈھیلے کیے تھے؟"

"نئی ممانی نے یا شاید پتا نہیں ممت ناراض تھیں۔"

"بھائی! آپ کو پتا ہے امی ماموں سے کیوں ناراض ہیں۔"

"مجھے کیا پتا' نہ میں نے پوچھا نہ امی نے کچھ بتایا۔"

"افوہ آپ بھی ناں' بہت بھولے بادشاہ ہیں یاد ہے روحانہ مامی کی زندگی میں ہم لوگ جب گئے تھے۔ تو ان کے گھر ایک کھانا پکانے والی تھی۔ بہت مزے دار کھانے بناتی تھی۔" نورین آنکھیں پھاڑ کر حیران کرنے والے لہجے میں بولی۔

"پتا نہیں۔ ہو گی۔" میں نے بیزاری ظاہر کی۔ بھئی مجھے کیا کھانے پکانے والی سے۔"

"توبہ ہے۔ خیر تو روحانہ مامی نے اس کی ادائیں دیکھ کر۔ اسے جواب دے دیا تھا۔ خانساماں رکھ لیا۔ اب وہی خانسامن ۔۔۔ نئی ممانی کے روپ میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔"

میں بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ "ہاں بھائی۔ مامی کی وفات کا سن کر وہ آگئی۔ اور چھا گئی۔ یعنی کہ۔۔۔ خانساماں کا پتا صاف کر کے۔۔۔ اپنی جگہ ہموار کر لی اور پھر کچھ ایسی تدبیر کی کہ ہمارے بے چارے بھولے بھالے ماموں ان کے چکر میں پھنس گئے۔ اور چپکے سے شادی کر لی۔ جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے۔ اسی لیے امی خفا ہیں کہ کرنی تھی تو کسی اچھے خاندان کی لڑکی یعنی کہ عورت بھلی ہی جاتی۔"

نورین مجھے حیران کر کے چلی گئی۔ اب امی کے تمام مکالمے میری سمجھ میں آگئے۔ امی نے اب اپنا پروگرام بنا لیا۔ ہر دو ماہ بعد وہ پنڈی چلی جاتیں۔ بھتیجی کے سر پر دست شفقت پھیرنے اور ماموں کو باور کرانے کہ وہ ابھی اپنی نگرانی سے غافل نہیں ہوئی ہیں۔ یا پھر تصدیق کرنا مقصد ہو۔ کہ بھابھی صاحبہ ان کی بھتیجی پر ظلم کے پہاڑ تو نہیں توڑ رہیں (حسب سابق) مجھے بھی اس لڑکی سے کچھ ہمدردی ہو گئی۔ جو لاڈلی اور اکلوتی تھی۔ ماں کی جدائی میں صدمے سے چور۔ مگر اپنے احساسات کا بھرپور اظہار اوٹ پٹانگ حرکتوں سے کرتی تھی۔ وہ اس کا بچپن یا لڑکپن تھا۔

اب وہ کالج گرل تھی۔ مگر کمزور اور مرجھائی ہوئی۔ ماں کے اس نئے رشتے کو قبول کر سکی یا نہیں۔ یا مجبور کر دی گئی۔ کچھ علم نہ ہوا۔ مجھے تجسس بھی نہ تھا۔ امی کی خفگی نے کچھ ظاہر کر دیا تھا۔ مجھے اس معاملے سے کیا سروکار تھا۔

☆ ☆ ☆

میں ذرا الگ تھلگ رہنے کا عادی تھا۔ گھر میں بھی بس اپنی پڑھائی سے سروکار تھا۔ کہاں کیا ہو رہا ہے۔ کس طرح امی گھر کے اخراجات کا حساب کرتی ہیں۔ ابا کی کتنی پنشن ہے۔ ہاں ایک بار اجو بھیا آئے تو امی سے ان کا مباحثہ چل رہا تھا۔ وہ اخراجات کی رقم دے رہے تھے' امی لیت و لعل سے کام لے رہی تھیں۔

"تمہارے بھی گھر کے اخراجات ہیں۔ میں نہیں چاہتی' تم تنگی اٹھاؤ۔"

"تو مجھے بھی گوارا نہیں کہ آپ تنگی اٹھائیں۔" اجو بھیا خاصے سنجیدہ تھے۔

"دیکھو۔ اپنی بیوی بچے کے حق تلفی کر کے۔"

"حق تلفی کیسی امی! آخر مجھ پر آپ نے جو خرچ کیا ہے۔ محبت' شفقت' ممتا لٹائی ہے۔ تو کیا آپ کے بچوں کی حق تلفی نہ تھی۔ تب تو آپ نے کنجوسی سے کام نہ لیا۔ اب میں اپنے چھوٹے بہن بھائی کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں تو آپ روک رہی ہیں۔ مجھ پر بھی ان بہن بھائی کا کچھ حق ہے۔ امی پلیز دعا کریں' میری ترقی ہو جائے تو پھر مجھے دل کھول کر خرچ کرنے میں ذرا بھی تکلف نہ ہو گا۔ اور ویسے تو اب بھی مجھے کمی نہیں

ہو گی۔ آصفہ بہت سلیقے سے گھر چلاتی ہے۔ بچا بھی لیتی ہے۔"

"اور میں نہیں چاہتی۔ آصفہ کو ہم لوگوں کی طرف سے کوئی شکایت ہو اور اسے مزید کفایت کرنی پڑے۔ اخراجات کنٹرول کرنے میں دقت ہو۔"

"اوہ۔ اس کی فکر نہ کریں۔ اسے جو دیتا ہوں۔ ملتا رہے گا۔ اس میں کمی نہیں ہو گی۔ میری کمائی میں میرے بہن بھائی کا بھی حق ہے۔ یہ رقم میرے ذاتی پروگرام کا حصہ ہے۔ جو اس گھر کے لیے' آپ کے لیے ہے۔ امی! آپ نے مجھے بیٹا کہا بھی۔ مانا بھی ہے۔ اب بیٹا بنا بھی لیں۔"

ان کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ امی نے انہیں لپٹا لیا۔ اور کچھ منٹ دونوں جذبوں کے اسیر بنے کھڑے رہے۔ میرا دل بھی اجو بھیا کی محبت کا اسیر ہو گیا۔ وہ واقعی عظیم انسان تھے۔ ہمیشہ ہم بھائی بہن کے لیے بے چین رہتے تھے۔

ابا کی زندگی میں بھی ہماری پڑھائی۔ لباس اور مشاغل کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے۔ چپکے چپکے کچھ نہ کچھ ہمیں دے بھی دیتے۔ امی نے بھی ان کا بہت خیال رکھا تھا۔ ہمیشہ انہیں اپنا بڑا بیٹا کہا۔ لیکن آپا! وہ مختلف مزاج کی تھیں گو کہ امی نے ان کے ساتھ بھی بہت اپنائیت برتی۔ ظاہر ہے اجو بھیا کی بہن ہی تھیں۔ ہماری بھی بہن ہیں لیکن وہ ہم سے اتنی بے تکلف کبھی نہیں ہوئیں جیسے کہ اجو بھیا۔

نورین کا خیال تھا کہ ہم سے نہیں مگر امی سے انہیں شکوے ہیں۔ یہ کہ وہ سوتیلی ماں ہیں۔ (ان کی) اور سوتیلی کا تو نام برا۔ پھر یہ کہ ابا ان کی مرحومہ ماں کے مقابلے میں۔ ہماری امی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ان کی ہر بات مانتے ہیں۔ اور انہیں یعنی آپا کو یہ بات پسند نہیں۔

اس لیے وہ امی سے کبھی بے تکلف نہ ہوئیں۔ نہ ہم سے ویسی محبت کر سکیں۔ جیسی اجو بھیا کرتے تھے۔ اور انہیں بڑی بہن ہونے کے ناتے ہم سے بہر حال محبت ہونی چاہیے تھی۔ بھلا اس میں امی کا یا ہمارا کیا قصور بس یہ کہ ابا سے وہ کبھی شکایت نہ کر سکیں۔ لیکن ابا کی زندگی میں ان کی شادی ہو چکی تھی۔ اور اس شادی کے لیے آپا کی خالہ نے زور دیا تھا۔ اجو بھیا کی شادی بھی ہو گئی تھی۔ ان ہی کی ننھیال کی لڑکی تھی اور بہت ہی اچھی تھی۔ عین اجو بھیا کے مطابق۔

وہ ایک سال سے پشاور میں تھے۔ مگر اجو بھیا کسی بھی چھٹی پر خود آجاتے۔ کبھی آصفہ بھابھی کو بھی لے آتے۔

میرا رزلٹ بے حد شاندار رہا۔ مجھے فوراً" ہی بہت اچھی جاب بھی مل گئی۔ میں دل و جان سے اس میں منہمک ہو گیا۔ کئی اچھے دوست بھی مل گئے آفس میں۔

مہرین آپا کے شوہر نامدار جو خاصے اکھڑ تھے۔ میرا ان سے بہت کم سامنا ہوتا تھا۔ آپا کے بچوں سے میری البتہ دوستی تھی۔ ان ہی بچوں کی وجہ سے میں ان کے گھر جایا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ کرکٹ کھیلتا۔ لوڈو اور لطیفوں کی محفل بجتی۔ خوب ہنسی مذاق' ہلا گلا ہوتا۔ بچے بہت خوش ہوتے تھے۔ میری شکل دیکھتے ہی ان کے دل کی کلی کھل جاتی۔

ان کے ابا جان۔ بچوں کے لیے کسی ظالم دیو سے کم نہ تھے۔ بلکہ ظالم جن۔ مجھ سے بھی بہت روکھے لہجے میں مخاطب ہوتے تھے۔ مگر مجھے ان کے رویے کی کبھی پروا نہ ہوئی۔ میں تو اپنی بہن سے ملنے بھانجے بھانجی سے کھیلنے جاتا تھا۔

☼ ☼ ☼

آپا کی ایک نند بھی تھیں۔ نہ جانے ان کے ساتھ کیا ٹریجڈی ہوئی تھی کہ اب تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ آپا سے ان کے اچھے تعلقات تھے۔ مجھے عجیب سے احساس نے گھیر لیا۔ ہوا یہ کہ میں تو خود بھی کسی سے زیادہ تعلقات کا قائل نہ تھا۔ لوگ بھی مجھ میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن ہوا یوں کہ میری جاب شروع ہونے کے بعد لوگوں کو نہ جانے مجھ میں کیا خاص نظر آنے لگا۔ عزیز رشتے دار بھی ملنے لگے۔

بعض لوگ تو چائے پر بلواتے۔ کئی لوگوں نے کھانے کی دعوت دی۔ جو میں نے معذرت کے ساتھ لوٹا دی۔ کمال تو جب ہوا' جب بھائی جان مجھ سے تپاک برتنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے۔

"یار! میں تو تمہاری امی کو کریڈٹ دیتا ہوں۔ انہوں نے تم سب کی تربیت بہت اعلا کی ہے۔ میں جانتا ہوں مہرین تمہاری ماں جائی نہیں ہے۔ اظہر اور مہرین اور تم دونوں میں انہوں نے کوئی فرق نہیں رکھا۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے ان میں۔

"جی جی! بس۔" میں کچھ کہہ نہ سکا۔ وہ مگر مزید کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے۔

"ایسا ہے میاں عادل کہ میری خواہش یا آرزو ہے کہ ہمارا رشتہ کچھ اور مضبوط ہو جائے اور وہ اس طرح کہ تم میری بہن سے شادی کر لو۔ تمہاری بہن کی خوشیوں کی گارنٹی اسی طرح ہو گی۔"

"بہن؟" ایک چھناکا ذہن میں ہوا۔ قریب تھا کہ میں اچھل پڑتا۔ مگر افسوس کامیابی نہ ہوئی۔ میری گود میں ان کا چھوٹا بیٹا تھا۔ حیرانی' پریشانی میرے چہرے پر تحریر تھی۔

"اس میں کوئی حرج نہیں۔ بس یہ ہے کہ... میرے دل میں جو تھا۔ وہ میں نے بتا دیا ہے۔ اب تم خود ہی سمجھ دار ہو۔"

بہت مطمئن تھے۔ ان کا بیٹا مگر میری خاموشی سے بے چین ہوا۔ باپ کے سامنے کچھ کہہ نہ سکا۔ اتر کر باہر بھاگ گیا۔ میری گود خالی ہوئی۔ زبان کھل گئی۔

"بھائی جان۔ یہ کیسے ممکن ہے... میں تو ابھی شادی کے لیے تیار نہیں ہوں اور یوں بھی... وہ مجھ سے بہت بڑی ہیں۔ آ' آپ نے یہ سوچا بھی کیسے۔"

"اب تم خود سوچ کر جواب دینا۔ تم ذمہ دار ہو اپنی بہن کی خوشیوں کے۔"

اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے آپا کو دیکھا۔

"آپا! بھائی جان کو سمجھائیے۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی۔ صاف بلیک میلنگ۔" وہ نظر چرا کر دوسری طرف مڑ گئیں۔

"ان کا دماغ اسی طرح کی باتوں میں الجھا رہتا ہے۔ جو ذہن میں آجائے۔ اس سے ایک انچ کم پر راضی نہیں ہوتے۔ فائدے' نقصان سے کوئی سروکار نہیں۔ اب دیکھو۔" خاصی فکر مند تھیں۔

"آپا! مزنہ آپی مجھ سے سات سال بڑی ہیں۔ بہت عزت کرتا ہوں میں ان کی۔"

"ہاں تو۔ کرتے رہنا عزت۔ کیا حرج ہے؟"

وہ بالکل لاپروا ہو گئیں۔ میں جھلا کر اپنے گھر آگیا۔ بھلا یہ کیسی خواہش ہے اور میں تو ابھی شادی کے لائق تھا بھی نہیں۔ نہ ہی ابھی گھر میں کوئی ذکر ہوا۔ بھائی جان نے سوچا بھی کیسے؟ اور اگر رشتہ مضبوط کرنا تھا۔ تو چار سال پہلے اجو بھیا سے کیوں نہیں کہا۔ ان کی شادی سے پہلے ایسی خواہش کرتے تو ممکن بھی تھا۔ مزنہ آپی کا ان سے جوڑ بھی تھا اور آپا کی خاطر نہ چاہتے ہوئے بھی۔ اجو بھیا مان جاتے۔ ان پر بھی یہ ظلم ہوتا۔ (نہ چاہنے کا)

مگر میرے اوپر تو ستم در ستم کہ ابھی شادی کرنا نہیں اور مزنہ آپی سے تو ہرگز نہیں۔ شاید آپا کو میں اس حد تک نہیں چاہتا تھا کہ ان کے گھر کی خاطر زہر کا پیالہ چڑھا جاؤں۔ دو دن اس بات سے الجھتا رہا۔ پھر آفس کے کام میں مصروف ہو کر سب کچھ بھلا دیا۔ یورپ سے ایک وفد آنے والا تھا۔ میں اس سلسلے میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ ہمیں ہر قیمت اس وفد سے کامیاب مذاکرات کرتے تھے۔ آرڈر لینے تھے۔ ان کے لیے بہترین ہوٹل کا قیام۔ گاڑیوں کا انتظام۔ کافی ہلچل تھی آفس میں۔ ایک دن بھائی جان کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔

"پھر کیا سوچا تم نے؟ کرسی پر سامنے بیٹھتے ہوئے آفس کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں اس وقت فون پر اپنے منیجر کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر جزبز ہو گیا۔ سوال سن کر اور بھی...

"بھائی جان پلیز۔ بہت کام ہے مجھے۔ آفس میں کسی سے ملاقات بہت مہنگی پڑے گی۔ ٹائم ضائع ہو گا۔ آپ... گھر آجائیں۔"

"گھر... مناسب نہیں، جواب لینے آیا ہوں۔ وقت ضائع کرنے نہیں۔ہاں یا ناں۔"

"بھائی جان۔ میرا ابھی چار سال شادی کا ارادہ نہیں۔ امی بھی اگر کہیں گی۔ انہیں بھی یہی جواب دوں گا اور زبردستی تو بالکل نہیں۔ اپنی پسند اور مرضی سے کروں گا۔ یہی جواب امی کو بھی دوں گا۔" میں نے زیادہ ہی دلیری سے کام لیا تھا شاید۔

"امی سے تم نے بات کی؟" سنجیدگی۔

"نہیں جب کسی قابل ہو جاؤں گا۔ تب شاید امی سے بات کروں۔ ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"کچھ سوچ رکھا ہے شاید؟" گہری نظروں سے میری آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔

"جی نہیں۔ ابھی ٹائم نہیں ملا۔ زندگی کا فیصلہ بہت فرصت چاہیے۔ سوچنے اور کر گزرنے کے لیے۔ بہت اہم معاملہ ہوتا ہے۔ آپ تو واقف ہیں۔ جب بھی ایسا کرنا ہوگا۔ صرف اپنی مرضی، خوشی اور پسند سامنے، رکھ کر کسی دباؤ میں آکر نہیں۔"

میں نے بہتر سمجھا کہ دو ٹوک جواب دے دوں۔ کام بہت باقی تھا اور بھائی جان کی موجودگی میرے کام میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"ٹھیک ہے پھر... نتیجے کے ذمہ دار بھی... تم ہو گے۔"

کہہ کر چلے گئے۔ شکر کا سانس لیا۔ مگر یہ سکھ کا سانس... بہت مہنگا پڑا۔ شام کو گھر آکر آپا کو دیکھا۔ بہت پریشان تھیں۔

"کیا کہہ دیا تم نے اپنے بھائی جان سے۔ بہت غصے میں تھے۔" امی بھی بے حد فکر مند سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

"لو بھلا اس شخص کے تو مزاج ہی ساتویں آسمان پر ہیں۔ مجھے صبح پنڈی جانا ہے اور یہاں یہ قضیہ شروع ہو گیا۔ اب مہرین کو چھوڑ گئے ہیں کہ تمہیں نفع نقصان سمجھائیں۔ خیر اب پریشان نہ ہو۔ میں دو دن کے بعد وہاں سے آکر مزاج دار داماد سے بات کروں گی۔ شاید کچھ سمجھ میں آجائے۔"

امی نے مجھے پریشان دیکھ کر کہا۔ میں واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

"آپا! آپ ذرا طریقے سے سمجھائیں۔" میں نے بڑی لجاجت سے آپا سے کہا۔ "یہ کوئی مذاق نہیں۔ نہ گڈے گڑیا کا کھیل ہے۔ ایسی فضول بات کہتے ہوئے انہیں خود شرم آنی چاہیے۔"

"ہاں۔ کروں گی بات۔ مگر اس آدمی سے تو بات کرنا بھی... جان جوکھوں میں ڈالنے کے برابر ہے۔ جو فیصلہ ایک بار کر لیا۔ پھر... اسے انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔"

آپا متفکر تھیں۔ شام کو گھر چلی گئیں، امی مجھے ڈانٹنے لگیں کہ میں نے بھائی جان سے روکھے لہجے میں بات کی "اس لیے وہ خفا ہو گئے۔ میں کیا بتاتا، آفس کا ماحول "ان کا بات کرنے کا لہجہ "میری مصروفیت "معقول بات ہوتی۔ تو میں تسلی سے بات کرتا۔

وہ تو شکر ہے کہ بھائی جان کے جانے کے بعد یورپی ڈیلی گیشن کے دورے کا ٹائم آگے بڑھنے کی خبر ملی۔ جس سے سب کو کچھ آرام ملا۔ اب میں دو تین دن چھٹی کر کے آرام کر سکتا تھا۔ بہت محنت کی تھی۔

امی کو پنڈی روانہ کر کے گھر آگیا۔ شام کو جی چاہا کہ آپا کے گھر چلا جاؤں۔ بچوں سے ملنے کھیلنے کے لیے، وہ منتظر رہتے تھے۔ لیکن بھائی جان کی ناراضی "اور یہ اچھا ہی ہوا کہ میں کہیں نہیں گیا۔ ٹی وی پر میچ دیکھتا رہا۔

☼ ☼ ☼

رات کو امی کا فون آگیا۔

"عادل! تم صبح ہی چھٹی لے کر آجاؤ۔ بلکہ... ابھی روانہ ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ بعد میں بتاؤں گی۔ نورین کو میں خود سمجھا دوں گی کیا کرنا ہے۔ وہ اپنی دوست شمائلہ کو بلا لے گی۔"

مجھے سوالات کرنے کی عادت نہ تھی۔ نورین کو امی نے کچھ سمجھا دیا تھا۔ وہ بے فکر تھی۔ میں نے دو جوڑے بیگ میں ڈالے۔ احتیاطاً" کیا پتا... رکنا پڑے۔ صبح ہی ماموں کے گھر پہنچ گیا۔

شکر ہے ماموں ٹھیک تھے۔ یعنی میرے اندیشے غلط

تھے۔ ممانی چڑی ہوئی تھیں اور امی مطمئن۔ ناشتہ کر کے میں گیسٹ روم میں جا کر لیٹ گیا۔ ذہن اور جسم کی تھکان نے بہت جلد مجھے نیند کی وادیوں میں پہنچا دیا۔ نہ جانے کتنی دیر سوتا رہا۔ آنکھ کھلی۔ گھڑی پر نظر پڑی اور گھبرا گیا۔ کمال ہے کسی نے جگایا بھی نہیں۔

برابر کے کمرے سے آوازیں آ رہی تھیں۔ کوشش کے بغیر سماعت تک آ پہنچیں۔ اجنبی آواز تھی۔ کوئی لڑکی......

"سنا ہے تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ میں تو سنتے ہی بھاگی بھاگی آئی ہوں۔ کس کے نصیب جگا رہی ہیں بنو۔" اشتیاق کی فراوانی آواز میں رچی ہوئی تھی۔

میں حیران ہو گیا۔ شادی کس کی؟

"پتا نہیں۔" میں نے سماں کی آواز سنی۔ "پرسوں اماں نے مجھ سے کہا کہ وہ میری شادی کر رہی ہیں۔ تو میں چپ رہی۔"

"تمہارے ابو نے... کچھ تو بتایا ہو گا۔ تم خود ان سے پوچھ سکتی تھیں کہ..."

"نہ ابو نے کچھ کہا نہ میں نے پوچھا۔ کیا پوچھتی؟"

"بہت ہی نکمی ہو سماں۔ شادی کی تیاری ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ کیا بوجھ اتارا جا رہا ہے۔" بہت ہی منہ پھٹ لڑکی تھی۔

"شاید۔" سماں کی بوجھل آواز آئی۔

"تم نہایت فضول لڑکی ہو۔ خیر میں آنٹی سے خود ہی پوچھ لوں گی۔ یہ بتاؤ۔ شادی کے دن کس رنگ کا ڈریس پہننا چاہتی ہو۔ میں آنٹی کو بتا دوں گی۔ وہ لڑکے والوں کو تمہاری پسند بتا دیں گے۔"

"میں... میں تو سرخ رنگ کا غرارا سوٹ پہنوں گی۔ دوپٹے کی پٹی سبز رنگ کی جس پر کام بنا ہوا اور... سرخ یعنی کہ روبی کا سیٹ زیور کا۔"

"رہیں وہی پرانے زمانے کی۔ ارے آج کل تو نارنجی گلابی، زعفرانی، نیلا سفید یا فیروزی رنگ کا لباس پہنتی ہیں لڑکیاں۔ کاسنی بھی ان ہے۔"

"لو یہ تو عام رنگ ہیں۔ سب لوگ ان ہی رنگوں کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ بھئی دلہن کو دلہن لگنا چاہیے۔ نہ کہ عام مہمان۔" سماں کی آواز میں شوخی تھی "اور میں... اماں کو بتا دینا۔ بیوٹی پارلر سے تیار ہوں گی ہاں۔"

"بیوٹی پارلر۔ بہت مہنگا ہوتا ہے۔ تمہارے ابا افورڈ کر لیں گے۔"

"ہونے دو مہنگا۔ شادی کوئی مذاق تو نہیں ہے۔ ایک ہی بار تو ہوتی ہے۔ اسے یادگار ہونا چاہیے۔" سماں اب کھل کر بول رہی تھی۔ یقین نہیں آیا۔ یہ وہ سماں تو نہیں۔

"ہاں مذاق نہیں ہوتی۔ مگر بعض لوگ اسے مذاق بنا لیتے ہیں۔" دوسری لڑکی دھیمے لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب شادی کا مطلب ہے خوشی اور نا سمجھی میں بعض لوگ اسے ضد بنا لیتے ہیں۔ اس لیے تم کو خبردار کر رہی ہوں۔ تم سوچ سمجھ کر شادی کرنا اور اگر کوئی غلط قسم کے لوگ ہوں۔ تو... انکار کر دینا۔ مجھے خوف ہے کہ... تمہاری اماں کوئی... انتقامی کارروائی میں تمہیں بھاڑ میں نہ جھونک دیں۔"

"نہیں۔ ایسا کیسے کر سکتی ہیں وہ۔ ابو بھلا.... کیوں مانیں گے۔ اور اب تو پھپھو بھی آ گئی ہیں۔"

"اچھا خیر گھبراؤ نہیں۔ میں ذرا سن گن لیتی ہوں جا کر۔ تمہاری پھپھو سے ہی پوچھ لوں گی اور ہاں۔ ایک نصیحت بھی کرنی ہے۔ سسرال کو میاں جی کا گھر سمجھ کر رہنا۔ خالہ جی کا گھر نہیں یعنی لاکھ وہ تمہارا گھر ہو گا۔ مگر تمہارا وہاں پر کوئی اختیار نہ ہو گا۔ کیونکہ حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ اختیار نہیں۔"

"افوہ۔ دادی اماں! تم میں یہ بوڑھی روح کہاں سے آ ٹپکی۔ ہمیشہ نصیحت کرتی ہو۔ میں کوئی بچہ ہوں۔" سماں چڑ گئی تھی شاید۔

"ایک بات بتاؤ۔ جب بھی تم نے میری نصیحت پر عمل کیا۔ فائدے میں رہیں۔ کہ نہیں۔ بہن میری یہ دنیا بہت مکار ہے۔ بہت بے نیاز ہے۔ تم نے عقل کو آواز دے کر دماغ سے کام لینا ہے۔ ورنہ میری آپا کی طرح۔"

"ارے ارے۔ تمہاری آپا جن کی شادی پچھلے سال ہوئی تھی۔ کیا ہوا انہیں۔"

"وہی ہوا جو ہوتا رہتا ہے ناسمجھی میں۔ نہ آپا سسرال والوں کی توقعات پر پوری اتر سکیں۔ نہ اپنی منوا سکیں۔ اپنا میاں اپنا گھر سمجھ کر کچھ اصلاحات کی کوشش کر رہی تھیں۔ نامنظور اور پھر نامقبول ہو کر میکے بٹھادی گئیں۔"

"ہائے اللہ تو تمہارے ابا انہیں سمجھاتے۔ ان کے میاں کو بھی....."

"وہ کہتی ہیں۔ شادی کی ہے۔ غلامی نہیں کروں گی سسرال والوں کی ضد اور تحکمانہ انداز دیکھ کر میاں سے کہا۔ الگ گھر میں رہوں گی۔ وہ بھی بدرد ہو گئے۔ اب گھر بیٹھی ہیں۔ جاب بھی بہت اچھی مل گئی ہے۔"

"ارے اللہ۔ کوئی انہیں سمجھاتا نہیں۔ گھر تباہ کرنے سے زندگی بھی خراب ہوتی ہے۔"

"دیکھو سماں! ان کا نظریہ بھی غلط نہیں ہے۔ جہاں عزت نہ ہو۔ وہاں خود پر جبر کر کے رہنا۔ اپنی ذات کی نفی کرنا ہے۔ ہاں یہ کہ اگر ان کے میاں اسے انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ تو شاید مفاہمت ہو بھی جائے۔ ابا کوشش تو کر رہے ہیں۔"

میں اب پوری طرح ہوشیار ہو گیا تھا۔ نیند کی کسل مندی سے جان چھوٹ گئی۔ باتھ روم میں گھس گیا۔ نہا کر نکلا تو دوسرے کمرے میں سناٹا تھا۔ ڈرائنگ روم میں امی اور ماموں بیٹھے تھے۔

"آؤ عادل!" ماموں نے ساتھ والے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ کچھ فکر مند سے تھے۔ امی نے مجھ سے کہا۔

"عادل! میں نے تم سے پوچھے بغیر سماں کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔ احد کو تو اعتراض نہیں ہے۔ احد کی تسلی کے لیے تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

مجھ پر تو حیرت کا پہاڑ آگرا۔ یہ کیا شوشہ چھوڑا ہے امی نے۔ سماں اور میں.....؟ سچی بات ہے..... مجھے سماں کوئی خاص پسند نہ تھی۔ اس نظریے سے نہ دیکھا تھا نہ سوچا تھا۔ امی مجھے متوقع نظروں سے دیکھ رہی

تھیں۔ مجھے اندازہ تھا۔ امی کبھی کوئی کام بلاوجہ، بلا ضرورت نہیں کر سکتی تھیں۔ میری زندگی کا فیصلہ امی کریں گی۔ یہ میں نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن ان کی نیت پر شک کرنا بھی گناہ کے مترادف تھا۔ امی کبھی میرے لیے برا نہیں چاہ سکتیں۔ اس کا یقین تھا۔ میں نے امی کے چہرے پر بے چینی دیکھی۔

"میں نے تمہیں اسی لیے بلایا ہے۔ اس سے پہلے کہ سماں کو کسی جاہل شخص سے بیاہ دیا جائے۔ میں کیوں نہ یہ کام کر ڈالوں۔"

"آپا!" ماموں نے کسمسا کر کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بہت اچھی پوزیشن ہے بہت کمائی ہے۔ شہرت ہے۔ فائیو اسٹار ہوٹلوں میں بہت مانگ ہے۔"

"اچھا اور تعلیم کتنی ہے؟ خاندان کیا ہے۔ ذات کون سی ہے۔ بیٹی بہت قیمتی اثاثہ ہوتی ہے۔ اسے بے مول نہ کرو۔ اور تمہاری بیٹی۔ ہیرا ہے۔ تمہارا خون ہے۔ روحانہ کی لخت جگر۔ اس کے لیے تو بہت اعلا تعلیم یافتہ خاندانی رشتہ بہ آسانی مل سکتا تھا اور تم نے کیا سوچا؟"

امی خاصی مشتعل تھیں۔ ماموں کے بعد میری طرف متوجہ ہوئیں۔ "اب تم جواب دو۔"

میں نے اپنا اعتماد بحال کیا۔ "آپ نے میرے لیے بہت ہی اچھا سوچا ہو گا امی! میں نے کبھی آپ کی کوئی خواہش رد کی ہے؟ آپ میری بہی خواہ ہیں۔ جو فیصلہ کریں گی۔ مجھے منظور ہو گا۔ میں انکار کی جرأت کر ہی نہیں سکتا۔"

امی کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ ماموں مسکرائے۔ اور میرے کندھے کو تھپکا۔ اس وقت ممانی کا غضب ناک چہرہ دروازے سے نمودار ہوا۔ بلکہ وہ پوری کی پوری نمودار ہو گئیں۔

"اور میں نے جو رشتہ طے کر دیا ہے۔ اسے کیا جواب دوں گی۔ سوچا ہے آپ نے؟" وہ تلملا کر امی سے مخاطب ہوئیں۔ ادھر ماموں کا ہاتھ کندھے سے پھسل کر ان کی اپنی گود میں جا گرا۔

"میری بھی کچھ عزت ہے آپا! آپ کے بھائی کے

طفیل سہی۔ وہ لوگ میری جان کو آجائیں گے۔ اور آپ بھی سن لیں عبدالاحد صاحب۔ اب ان کا سامنا آپ کریں گے۔ آپ ہی جواب دیں گے انہیں کہ اچانک یہ ارادہ کیوں تبدیل ہو گیا۔" ممانی بہت زیادہ مشتعل تھیں۔

"میں کیوں؟" ماموں نے بھی حوصلہ دکھایا۔ "نہ میں نے رشتہ کیا ہے۔ نہ میں جواب دہ ہوں۔ اگر تم نے مجھ سے مشورہ کیا ہوتا۔ تو میں خود دیکھتا۔ تم نے تو اچانک بم دے مارا کہ میں نے رشتہ طے کر دیا ہے اور فلاں دن بارات آئے گی۔ تمہیں یاد ہو گا۔ میں نے تو مخالفت کی تھی کہ کوئی جوڑ نہیں نہ عمر کا نہ تعلیم کا۔" وہ بھی غصے میں بولے۔

"ہاں۔ مگر۔۔۔ اتنی سختی سے نہیں کہا۔ اب جو بہن کو دیکھا۔ تو بیٹی کی محبت پھٹ پڑی۔ کمائی کا سن کر ہی چپ ہو گئے تھے۔ میں نے بھی پوزیشن ہی دیکھی تھی۔ دولت برس رہی ہے۔"

امی ماموں کو دکھی اور شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"احد! یہ کیا سن رہی ہوں میں۔ کیا تم نے جو کچھ کمایا ہے۔ وہ کم ہے؟ تم ایک خانساماں کی دولت سے مرعوب ہو گئے؟ تمہارے پاس کس چیز کی کمی ہے؟ یا بیٹی میں کیا نقص ہے۔ خاندان والوں سے کیا کہہ کر تعارف کراؤ گے؟ تعلیم کی اہمیت سے نابلد ہو گئے۔ افسوس ایک خانساماں اور داماد!"

"آپا! خانساماں نہیں ہے۔ بہت بڑے ہوٹل کا شیف ہے۔ ہر طرف مانگ ہے اس کی۔" ممانی فخریہ لہجے میں گل کھلا رہی تھیں۔ "جاہل نہیں ہے۔ ایف اے پاس ہے۔"

"گوہر! شیف کون ہوتا ہے؟ وہی کھانا پکانے والا ماہر۔ اپنی حیثیت کی پہچان نہیں ہے تمہیں۔ احد مرعوب ہو سکتا ہے۔ خاندان والے شیف سن کر ہی اعتراض کریں گے۔ مجھے تو تم لوگوں کی ذہنیت پر افسوس ہو رہا ہے۔" امی دکھ سے بولیں۔

ممانی بھی غصے میں آگئیں۔ ماموں نے سر جھکا لیا۔ یہی کر سکتے تھے وہ۔

"ہاں جی۔ ہم تو کم ذات ہیں۔ ہماری عزت ہی نہیں ہے۔ آپ جیسے دولت مند لوگ کچھ بھی کر لیں۔ خاندانی کہلائیں گے۔ میں نے تو بھلا چاہا تھا۔ مگر میں کچھ بھی کر لوں۔ سوتیلی کہلاؤں گی۔ اب بھلا میں ان لوگوں کو کیا جواب دوں؟" ممانی جزبز ہو گئیں۔

"کہہ دینا، تمہیں علم نہ تھا کہ اس کا رشتہ بچپن سے طے ہے۔ یا پھر کہہ دینا۔ پھوپھی کو یہ رشتہ قبول نہیں۔ بلکہ کسی کو بھی قبول نہیں۔"

امی نے مشورہ تو دے دیا۔ مگر ممانی اٹھ کر باہر چلی گئیں۔ امی نے ماموں کو دیکھا۔

"مجھے گوہر کا بھروسا نہیں۔ وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

مگر رات کو امی نے ممانی کو سمجھایا۔ ٹھنڈا کیا۔ اپنائیت کی باتوں سے بہلایا۔ اپنی طرف سے صفائی بھی دی۔ لیکن ممانی کا موڈ آف تھا۔ گو کہ ظاہر کر رہی تھیں کہ سب ٹھیک ہے۔ مگر کسی سوچ میں گم تھیں۔ رات کھانے پر بیماں نہ تھی۔ ممانی حسب عادت خاطر مدارات کر رہی تھیں۔

امی کو شاید فکر کی وجہ سے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔ بہت دیر تک جاگتی اور کروٹیں بدلتی رہیں۔ مجھے سوالات کرنے کی یا جستجو کی عادت نہ تھی۔ پھر بھی معلومات میں اضافہ کے لیے پوچھ لیا۔

"امی! میں یہاں کب تک رہوں گا؟"

"تمہیں کیا جلدی ہے؟"

"میرا آفس میں بہت زیادہ کام ہے۔ میرا مطلب ہے کہ منگنی وغیرہ کرنی ہے تو جلدی سے کر لیں۔ تاکہ میں جاؤں واپس۔ آپ کیا ابھی رکیں گی؟" عادت کے خلاف کئی سوال کر لیے۔ امی نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا! منگنی کی جلدی ہے۔ خیر اجو کو بلایا ہے وہ آجائے تو پھر۔۔۔"

امی ہر مرحلے پر اجو بھیا کو یاد رکھتی تھیں۔ لیکن آپا اور نورین۔ کیا یہ منگنی میں نہیں آئیں گی؟ لیکن اتنے سوالات کر چکا تھا۔ اس اہم سوال کو ٹال گیا۔ ظاہر

ہے اجو بھیا آئیں گے تو یہ دونوں بھی آئیں گی۔ چادر سر سے تان کر بے خبر ہو گیا۔ صبح ہم ناشتہ کر رہے تھے تو میں نے مامی کو عجلت میں کہیں جاتے دیکھا۔ امی نے بھی دیکھا مگر کچھ بولیں نہیں۔ پھر وہ سماں کو پکارتی ہوئی اس کے کمرے میں چلی آئیں۔ میں بھی ان کے پیچھے گیا۔ اندر سے سوال جواب کی آو... بھی آ رہی تھی۔

"یونیورسٹی کیوں نہیں گئیں؟" اماں کا سوال۔

"پھپھو اماں نے کہا کہ وہ مجھے مارکیٹ لے کر جائیں گی۔ اس لیے آج چھٹی کر لی۔" سماں کا جواب۔

لیکن وہ تو کہیں باہر چلی گئی ہے۔ دوپہر ہو گئی ہے... اچھا تم ایسا کرو۔ کہ گوہر آکر تمہیں لے جانا چاہے تو کہہ دینا۔ پھپھو نے روکا ہے۔ کوئی کام ہے۔ سنا۔ اصل میں میرے سسرال والے مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔ تو... تم ذرا چائے وغیرہ کا خیال کر لینا۔"

"جی اچھا۔ پھپھو کتنے لوگ ہوں گے میں رانی کے ساتھ مل کر سب کر لوں گی۔"

نہ جانے امی کیا کہہ کر دوسرے کمرے میں آ گئیں اور فون اٹھا کر میرے چچا اور ان کے بیٹوں سے بات کرنے لگیں۔ کافی دیر ہو گئی۔ ممانی نہیں آئیں البتہ ان کا فون ماموں نے سنا۔ وہ دیر سے آنے کی اطلاع دے رہی تھیں۔

دوپہر کا کھانا بھی کھا لیا گیا۔ معلوم نہیں امی کیا سٹرپٹر کر رہی تھیں اور معلوم نہیں ممانی کہاں تھیں اور وہ وہاں (جہاں بھی گئی تھیں) کیا کر رہی تھیں۔ عجیب پراسرار کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ میں کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ پھر کچھ آواز آئی۔ مانوس... اور... اجو بھیا' میں اٹھا تو وہ آکر مجھ سے لپٹ گئے۔

"آپ اجو بھیا یہاں۔" حیرت کا اظہار کرنا پڑا'

"پشاور سے۔"

" امی سے ملنے آ گیا اور یاد کرو' میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔ امی نے فون کیا تھا۔"

"آج عادل کا نکاح ہے اور تم اس کے بڑے ہو۔ نکاح کے وکیل ہو۔"

امی آئیں اور دھماکہ کر کے چلی گئیں۔ اجو بھیا مسکرائے از سر نو مجھے گلے لگایا۔ امی بہت مصروف نظر آ رہی تھیں۔ نہ مجھ پر نظر ڈالی نہ میری اصلی والی حیرانی پر جملہ کسا۔ اللہ! منگنی سے پہلے نکاح یہ ہو کیا رہا ہے۔ منگنی تو... کچا بندھن ہوتا ہے۔ لیکن... اور میں نکاح کے لیے تیار بھی نہ تھا۔

اجو بھائی ہنستے ہوئے مجھے پکڑ کر ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ جہاں ماموں اور... چند مہمان جمع تھے۔ پھر چچا جان آ گئے۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں بیٹے اور بہوئیں بھی تھیں اور بھی چند خواتین بلکہ لڑکیاں بھی ہنستی کھلکھلاتی آئیں اور امی سب خواتین کو سماں کے کمرے میں لے گئیں۔ مولوی صاحب آ گئے۔ میں مٹی کا مادھو بنا سب کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔ جیسے میں بھی مہمان ہوں۔ اجنبی انجان' ماموں اور چچا جان سر جوڑے فارم فل کرنے میں منہمک تھے اور پھر چند منٹ بعد مولوی صاحب نے خطبہ شروع کر دیا۔

تین لوگ جن میں اجو بھیا اور چچا جان کے دونوں صاحبزادے تھے۔ سماں سے پوچھنے اس کے کمرے میں چلے گئے۔ مسکراتے ہوئے واپس آئے۔ اب مجھ سے کچھ سوال کیے گئے۔ میں بھی رٹو طوطے کی طرح "قبول ہے قبول ہے" کہتا گیا۔ پھر نہ جانے کس جہان سے چھوہارے برآمد ہوئے اور سب کھانے لگے۔

سب نے مجھے گلے لگایا۔ مبارک باد دی۔ ماموں مجھے سینے سے لپٹا کر آبدیدہ ہو گئے۔ ہائے نہ جانے کیوں مجھے بھی رونا آ گیا۔ پھر نوجوان پارٹی مجھ سے لپٹ گئی۔ یعنی چچا زاد بھائی اور ماموں کے کوئی کزن جن سے میں بہت کم ہی کبھی ملا تھا۔ سب نے بزور مبارک باد دی۔ (ایسی ویسی؟) پسلیاں دکھا دیں۔ ماموں کرسی پر بیٹھے آنکھیں رگڑ رہے تھے۔ اجو بھیا انہیں تھپکتے ہوئے تسلی دے رہے تھے۔

"ماموں! فکر نہ کریں۔ ان شاء اللہ سماں اپنے چاہنے والوں کے گھر جا رہی ہے۔ بہت خوش رہے گی۔"

"لو جی۔ میرے ماموں ان پر بھی اجو بھیا کا قبضہ۔ پھر

امی کے ساتھ رانی صاحبہ نمودار ہوئیں۔ چائے کے لوازمات کے ساتھ ۔ امی نے بھی اپنے ذہن رسا کی بدولت کیا کیا انتظام کر ڈالا۔ چھوہارے۔ مٹھائی۔ کیک ۔ دہی بڑے۔ سموسے۔

رانی کی بے پایاں خوشی .... اس کے چمکتے دانت گواہی دے رہے تھے۔ کن انکھیوں سے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھتی پھر شرما کر ہونٹ دانتوں میں دبا لیتی۔ اف عجوبہ بنا دیا مجھے۔

پھر پڑوس کے کمرے سے لڑکیوں کے پرجوش گانوں نے سماں باندھ دیا۔ ادھر بھی کمی نہ رہی۔ راشد بھائی، اجو بھیا اور جمیل زور زور سے گانے لگے۔

ساجد بھائی میز کا طبلہ بجانے لگے۔ کسی نے منہ سے میوزک کی آواز نکالی۔

میرا یار بنا ہے دولہا
اور پھول کھلے ہیں دل کے
ارے میری بھی شادی ہو جائے
دعا کرو سب مل کے

"مولوی صاحب کہئے آمین آمین آمین۔" ساجد بھائی نے کہا۔

امی مسکراتی ہوئی آئیں تو ساجد بھائی نے فرمائش کی "چچی آپ ہی میری شادی کرائیں گی۔ میرے ابا کو تو میری فکر نہیں ہے۔ بس اسی طرح 'فٹافٹ۔'"

امی نے انہیں دعا دی تسلی بھی ساتھ اٹکا دی "ضرور بیٹا ضرور۔"

امی سب سے مبارک باد قبول کر رہی تھیں۔ تو ممانی کی کڑک سنائی دی۔

"یہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔" دروازے میں کھڑی تھیں۔ پریشان۔

ساجد نے لپک کر ایک چھوہارا ان کے منہ میں ٹھونسا۔ "ہو رہا نہیں ہو گیا۔ سماں اور عادل کا نکاح ۔ آپ کو مبارک ہو۔"

ممانی حسب توقع آگ بگولہ ہو گئیں۔ چھوہارا اخ تھو کر کے وہیں گرا دیا۔ پھر۔

"احد صاحب۔ ذرا ادھر تو آیئے۔" پکار پڑی۔ مگر ماموں نے شور میں سنا نہیں، وہ گردن نیچی کیے چچا جان سے باتیں کر رہے تھے۔ کرتے رہے۔

"کیا مذاق ہے؟" ممانی پھر چلائیں اور کوئی شنوائی نہ ہونے پر تن فن کرتی دوسرے کمرے میں چلی گئیں اور فوراً "ان کی چنگھاڑیں ادھر سے ادھر سفر کرتی سب کی سماعت میں گونجنے لگیں۔ امی فوراً" اٹھ کر چلی گئیں۔ یقیناً" بھتیجی کی سرپرستی کے لیے۔

پھر ماموں بھی اٹھ گئے۔ ممانی کی چیخ پکار نے مجبور کر دیا۔ حالات کا اندازہ کر کے مہمان بھی ایک ایک کر کے رخصت ہوئے۔ امی نے سب کو شکریے کے الفاظ کے ساتھ اللہ حافظ کہا۔ ماموں اندر ممانی کے جوش غضب کو ٹھنڈا کرنے کی سبیل کر رہے تھے۔ رانی کمرے میں آئی۔ مجھے دیکھ کر شرمائی۔ کھلکھلائی۔ اس کے دانت باہر ہی رکھے تھے۔ اندر جانے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ خوشی بے پایاں۔ (بھلا تمہیں کیوں؟)

"خوش ہو؟" اجو بھیا میرے چہرے پر خوشی کی رمق تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ سمجھ گئے، سمجھانے لگے ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے۔ جب پروگرام کے بغیر زندگی کے فیصلے کیے جائیں۔ لیکن میں مطمئن ہوں میں نے اس لڑکی کے چہرے پر حیا، وفا، پاکیزگی اور استقلال دیکھا ہے۔ ذہین ہے۔ تم پچھتاؤ گے نہیں۔ ماموں محبت کرنے والے پرخلوص انسان ہیں۔ تمہیں بھی انہیں مطمئن کرنا چاہیے۔ وہ خوش ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ امی کبھی کوئی فیصلہ بلاوجہ نہیں کرتیں۔"

وہ میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ مجھے ان کی آنکھوں میں کوئی نرم گرم سی کیفیت نظر آئی۔ غم کی نمی" آواز میں ٹھہراؤ۔ ہاتھوں میں لرزش (کیا اجو بھیا پچھتا رہے ہیں؟)

ماموں کے کمرے سے ممانی کی غراتی آواز۔ ماموں کی معنی خیز خاموشی لاؤنج میں چند لڑکیاں (غالباً" سماں کی سہیلیاں) سماں کو گھیرے بیٹھی تھیں۔ سماں نے ہلکے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ گھٹنوں

میں سر رکھے بیٹھی تھی۔ پتا نہیں اس کے محسوسات کیا تھے۔ ہمیں دیکھ کر لڑکیاں اٹھ کر آگئیں۔ تعارف
"میں شیما ہوں۔ سماں کی کلاس فیلو۔ بیسٹ فرینڈ
۔ میں ارشین ہوں۔ بیسٹ فرینڈ۔ میں وہ ہوں۔ میں وہ ہوں۔ ارے۔ میرا تو کوئی فرینڈ نہ تھا۔ تو بیسٹ فرینڈ کا تو کہیں ذکر ہی نہیں۔

دوسرے کمرے میں امی متفکر سی بیٹھی تھیں۔ مجھے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔ گلے لگا کر پیار کیا۔ جذباتی ہو رہی تھیں۔ بلکہ میرے چہرے پر خوشی نہ دیکھ کر پریشان بھی۔
"تمہارا شکریہ۔ اقرار کر کے میری عزت کا' مامتا کا بھرم رکھ لیا" گلوگیر لہجہ میں بے چین ہو گیا۔
"امی' آپ کی عزت میرا ایمان ہے۔ میں بھلا کیسے؟ آپ نے یہ سوچا بھی کیوں کہ میں آپ کو کبھی بھی انکار کروں گا؟" میں فرماں بردار بیٹا تھا۔ واقعی۔
"مگر۔۔۔ یہ تمہاری زندگی۔۔۔ پوری زندگی کا معاملہ تھا۔ تم انکار کر سکتے تھے۔
"امی پلیز۔ آپ کبھی میرا برا نہیں چاہیں گی۔ یہ یقین ہے مجھ کو۔" میں نے انہیں یقین دلایا۔
"میں جذباتی ہو گئی تھی۔" امی کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہی تھیں۔ "سماں کی فکر نے مجھے کچھ سوچنے کی مہلت ہی نہ دی۔ روحانہ کی روح مجھ سے پوچھے گی۔ تم نے میری بچی کو اندھیروں سے بچانے کے لیے کیا کیا؟ عادل مجھے اپنی زندگی سے بڑھ کر تم دونوں عزیز ہو۔ خدا میرے ارادوں کو مضبوطی اور خوشنودی عطا کرے اور تم دونوں کی خوشیاں میرے یقین کی ضامن بنی رہیں۔ میرے پاس تم لوگوں کے لیے دعاؤں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"
وہ بہت سنجیدہ تھیں۔ میں نے ان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ وہ خوش ہو گئیں شاید پھر کچھ یاد آنے پر بولیں۔
"تم دونوں بیٹھو۔ میں ذرا احد کی خبر لوں۔ گوہر کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔" وہ اٹھ کر چلی گئیں۔ اجو بھیا باہر جا کر سماں کو پکڑ لائے۔۔۔ جھجکتی ہوئی آکر کرسی پر بیٹھ گئی اور ہاتھ کی انگلیوں پر نظریں جما دیں۔ بغیر مہندی' بغیر کیو ٹکس' بے چاری اس کے تو سارے خواب ادھورے رہ گئے۔ بلکہ چکنا چور ہو گئے۔ امیدوں کی عمارت دھڑام۔۔۔ نہ سرخ رنگ کا جوڑا' نہ میک اپ' روئی روئی آنکھیں۔ پھیکا سیٹھا چہرہ۔۔۔

اجو بھیا چپکے سے باہر نکل گئے۔ میری نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر بے ساختہ ہنسی آگئی۔
"اب تم یونہی بسورتی رہو گی؟ بھئی' میرا تو کوئی قصور نہیں۔ اپنی پھپھو سے کہو۔ ان کی عجلت نے یہ دن دکھایا ہے۔ نہ تمہیں سرخ جوڑا نصیب ہوا۔ نہ بیوٹی پارلر کی نوبت آئی۔"
وہ تیزی سے میری طرف گھوم گئی۔ "ہیں؟ کیا؟" اس کے منہ سے نکلا۔
"یا تو جذبات کے اظہار کو کنٹرول کر دیا آواز کو قابو میں رکھو کہ دوسرے کمرے والا نہ سن سکے۔ صحیح کہہ رہا ہوں ناں۔" میں نے شوخ لہجہ اختیار کیا۔
بے چاری' سارے خوابوں کو آگ نہ لگے۔ نہ جانے کتنے خواب بے تعبیر ہو گئے ہوں گے۔
"ہائے اللہ!" کہہ کر دانت زبان میں دبا کر منہ موڑ لیا۔ پھر انگلیاں چٹخانے لگی۔
"خیر' فکر نہ کرو۔ امی کو بھی علم ہے کہ۔۔۔ لال جوڑا کتنا ضروری ہے۔ وہ بنوا لیں گی' میک اپ بھی بیوٹی پارلر سے ہو جائے گا۔ مگر ابھی نہیں۔ رخصتی کے وقت اور اس میں ابھی دیر ہے۔ وہ "ہائے اللہ" کہہ کر پیٹھ موڑ کر بیٹھ گئی۔ مجھے ہنسی آگئی۔
"اچھا چلو' ابھی چلتے ہیں کسی بیوٹی پارلر۔ اپنا ارمان پورا کر لو۔ لیکن فائدہ ہی کیا ہے؟ میں نے تو تمہیں اس حلیے میں دیکھ ہی لیا ہے اور اگر دوسروں کو دکھانے کے لیے۔ میک اپ ضروری ہی ہے۔ تو اب تو سب مہمان رخصت ہو چکے۔ کیا بن سنور کر آئینہ دیکھتی رہو گی۔ خوش ہونے کے لیے اس میں بھی حرج تو کوئی نہیں ہے۔ آؤ پھر۔"
وہ بھنا کر اٹھی' چہرے پر غصہ کی علامات تھیں۔

واش روم میں گھس کر دروازہ زور سے بند کیا۔ مجھے اس کے غصے پر اور اس حرکت پر زور کی ہنسی آئی۔ اب ہنسی روکی تو نہیں جا سکتی۔

"جائیں یہاں سے۔" اندر سے اس کی آواز آئی۔ جھلاتی ہوئی۔

مجھے پھر ہنسی آ گئی۔ اس کے باہر نکلنے کے آثار نہ تھے۔ اس لیے اسے بتا کر کہ میں جا رہا ہوں۔ باہر نکل آیا۔ ڈرائنگ روم میں امی پریشان سی کھڑی تھیں۔ اجو بھیا سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگیں۔

"عادل تم اور سماں۔ ابھی چلے جاؤ اظہر کے ساتھ لاہور۔" ان کے انداز میں عجلت اور فکرمندی تھی۔

میں اپنی جگہ ٹھٹک گیا۔ "ابھی؟"

"ہاں ابھی تم نے وعدا کیا تھا کہ میری ہر بات مانو گے۔ اب کوئی سوال نہیں کرنا۔ بہتری اسی میں ہے۔ مجھے کچھ خطرہ نظر آ رہا ہے۔"

اجو بھیا نے بھی کہا۔ "امی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ چلو اس سے پہلے کہ...."

"کیا اس سے پہلے میں سمجھا نہیں۔ کیا رخصتی اس طرح.... امی کو کیا ہو گیا ہے۔" ہونقوں کی طرح امی کو دیکھنے لگا۔ اجو بھیا نے تیزی دکھائی۔ وہ سماں کو لے کر آ گئے نہ جانے اس سے کیا کہا ہو گا۔ امی نے اسے گلے لگایا۔

"بیٹا' میری جان! مجھے معاف کر دینا۔ سب کچھ اس طرح نہیں ہو پا رہا۔ جیسا میں چاہتی تھی۔ مگر کبھی کبھی حالات ہمیں مجبور کر دیتے ہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم لوگ اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے گوہر سے کسی نیک ارادے کی امید نہیں۔"

سماں سٹپٹائی ہوئی تھی۔ "پھپھو' پاپا؟"

"اسے گوہر کمرے میں لے کر بند ہو گئی ہے۔ نہ جانے کیا منصوبے بنا رہی ہے۔ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔ وہ تمہارے لیے کچھ اچھا نہیں سوچ سکتی نہ اپنی شکست قبول کر سکتی ہے آسانی سے۔ میں بعد میں آؤں گی۔ یہاں حالات کو کنٹرول کرنے کے بعد۔ چلو دیر نہ کرو شاباش۔"

اجو بھیا نے سماں کا ہاتھ پکڑ کر اسے تقریباً" دھکا سا دیا۔ دوسرا دھکا مجھے ہمیں تو ہکا بکا۔ معمول بنا ہوا تھا۔ اجو بھیا نے اپنی گاڑی کا اسٹیرنگ سنبھالا۔ اس سے پہلے وہ پچھلی سیٹ پر سماں کو بٹھا چکے تھے۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔ پیچھے سے سماں کی سسکیاں۔ اف کیا یہ واقعی رخصتی ہوئی ہے۔ یا امی کی بدگمانی۔

"پاپا' پاپا۔" سماں کی آواز فریاد کر رہی تھی۔

"سماں بیٹا! روتے نہیں۔" اجو بھیا نے اسے تسلی دی۔ "امی تمہارے پپا کو لے کر آئیں گی۔ مل لینا ابھی تم دونوں کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔" وہ خاصے فکرمند تھے۔

"اجو بھیا۔ آخر بات کیا ہے۔ مجھے تو امی نے کچھ بتایا نہیں۔"

"بتاتا ہوں۔ امی جو کر رہی ہیں۔ وہ صحیح ہے۔ دراصل۔ تمہاری ممانی کو اپنی ذلت کا دکھ ہے۔ وہ ماموں سے.... تم دونوں کی علیحدگی کی بات کر رہی ہیں کہ تم پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوائی جائے۔ اور ان کی طے کی ہوئی شادی کو وقت مقررہ پر ہونے دیا جائے۔"

مجھے سکتہ ہو گیا نہ جانے.... یہ کہاں تک درست تھا۔

"امی جب ماموں کے دروازے پر دستک دینے لگیں۔ کیونکہ وہ کافی دیر سے اندر تھے۔ تو امی نے ممانی کی آواز سے اندازہ لگایا اور پھر بغیر دستک دیے آ گئیں۔ اور مجھ سے مشورہ کیا۔ کیا یہ غلط فیصلہ تھا؟ تم ہی بتاؤ۔"

اجو بھیا نے مجھے دیکھ کر کہا۔

سماں کی سسکیاں بھی رک گئیں۔

"امی نے صبح ہی ممانی کے گھر سے غائب ہونے پر ان کی نیت بھانپ کر تمہارے نکاح میں عجلت کی۔ دیکھو قدرت کو یہ ملاپ منظور تھا۔ تو سب وقت پر پہنچ گئے۔ اور سب کچھ ہو گیا۔ ورنہ ان کا منصوبہ تو آج رات کو اس شیث کے ساتھ نکاح اور رخصتی کا تھا۔ ہم ان سے زیادہ تیز نکلے۔ ان ہی کے منصوبے پہ.... اپنا

عمل کرو کھلیا۔ کہو کیسی رہی۔"
اب وہ ہنس رہے تھے۔ "ہاہاہا" گاڑی کی رفتار کچھ تیز تھی۔ میں نے اس طرف اشارہ کیا تو کہنے لگے۔
"ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں نکلے۔ جو عورت اس قدر سازشی ذہن رکھتی ہو۔ وہ کسی کو ہمارے تعاقب میں بھی بھیج سکتی ہے۔ ظاہر ہے ہماری منزل لاہور ہی ہے۔ اب سوچ رہا ہوں۔ لاہور کے بجائے ہم پشاور کا پروگرام بنالیتے تو وہ زیادہ محفوظ تھا لیکن اللہ نے اب تک مدد کی ہے تو آئندہ بھی وہی مدد کرے گا ان شاء اللہ۔۔۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلا شبہ ان کا چچا جان پر ہو۔ ان کے گھر بھی کسی کو دوڑا دیں۔ تصدیق کے لیے۔"
"لیکن آخر۔۔۔ وہ اس شیف سے کس لیے متاثر ہیں۔ آخر کوئی وجہ یا لالچ یا کوئی اور مقصد 'لیکن کیا؟'"
"سماں سے ضد یا وہ شخص بڑے خاندان کا داماد بن کر کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو یا پھر صرف اعلا با رسوخ خاندان کا فرد بننا ہی مقصد ہو۔ کچھ بھی ممکن ہے۔ بہرحال ہمیں ذہن تھکانے کی ضرورت نہیں۔"
"اجو بھیا آپ کا کل آفس ہے۔ آپ ہماری وجہ سے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں بس میں بٹھا دیں۔"
"نہیں۔ دیکھوں گا خیر' رات میں کسی وقت نکل جاؤں گا پشاور کے لیے۔
اصل میں۔۔۔ آصفہ بہت ڈرتی ہے۔ رات میں تنہائی کے بھوت اُسے تنگ کرتے ہیں۔ اس لیے واپس جانا ضروری ہے۔"
"اسی لیے کہہ رہا ہوں۔ ہم بس سے جا سکتے ہیں۔" میں نے زور دیا۔ لیکن اب پنڈی شہر پیچھے رہ گیا تھا۔ اور اجو بھیا بہت مگن انداز میں ڈرائیو کر رہے تھے۔ پچھلی سیٹ پر خاموشی تھی۔ نہ جانے کیا سوچ رہی ہوگی۔ شیف سے شادی۔ کھانے تو مزے دار ملتے۔

☆ ☆ ☆
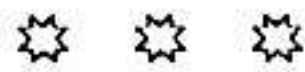
لاہور آ گیا۔ ہم اپنے محلے میں داخل ہو گئے۔
سورج ڈوب چکا تھا۔ اجو بھیا نے واقعی بہت جلد منزل پر پہنچا دیا تھا۔ گیٹ پر نورین پھولوں کی پتیاں لیے کھڑی تھی۔ (استقبال؟) چند سہیلیاں اور پیچھے آپا بھی موجود۔ ہم گاڑی سے اترے۔ گل پاشی ہوئی۔ انہوں نے چند گانے گا کر ہمیں خوش آمدید کہا۔
اجو بھیا نے دونوں بہنوں کو لپٹا لیا لڑکیوں سے بھی مخاطب ہوئے۔ پھر آپا سے کہا۔
"ارے تمہارے ہاتھوں میں پھول کیوں نہیں ہیں؟"
"میں خود بھی خالی ہاتھ ہوں اجو بھیا۔" آپا کی آواز رندھ گئی۔
میں نے نورین کے سر پر چپت رسید کی "یہ کیا ڈرامہ کر رہی ہو تم۔"
"واہ جی۔ ایک تو اس قدر افراتفری میں آپ کی شادی ہوئی۔ ڈراما آپ نے کیا۔ میں تو لگ گئی کام سے۔ سب دوستوں کو بلایا۔ کھانا پکایا۔ آپ کو ایسی کیا آفت تھی۔ یا سماں کہیں بھاگی جا رہی تھی؟ وہ تو سدا آپ کی ہی تھی۔ پھر یہ جو میرے بغیر آپ نے شادی رچالی ہے۔ جرمانہ بہت شدید ہوگا۔ یعنی کہ ہزاروں۔۔۔"
"امی سے لینا۔ میرا اس میں کوئی دخل نہ قصور۔"
یہ کہہ کر میں تو اپنے کمرے میں جا گھسا۔ لاؤنج میں لڑکیوں نے محفل جمالی تھی۔ سماں کو بیچ میں بٹھا کر گانے شروع ہو گئے۔ میں نے جھانکا۔ اجو بھیا بھی وہیں کرسی پر براجمان تھے۔ آپا بھی ادھر۔ مگر یہ کیا۔ کیا یہ میرا کمرہ ہے۔ اب غور کیا۔ ہر طرف چمکیلی پتیوں والے مصنوعی پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ گلدانوں میں بھی نقلی پھولوں کی سوکھی بہار۔ پلنگ پر جو چادر تھی۔ گلابی رنگ کے پھولوں سے مزین۔ درمیان میں ایک لال پری اڑتی نظر آئی۔ اف یہ چادر کہاں سے نکالی گئی ہے اس قدر پھول دار پری سمیت۔
"نورین' نورین۔" میں نے اسے پکارا۔ "یہ' یہ کیا حشر کیا ہے میرے کمرے کا۔"
"اتنا اچھا تو لگ رہا ہے۔ کس مشکل سے مارا مارا جا

کر خریدی تھیں یہ لڑیاں۔ اصلی پھول بہت مہنگے تھے ناں بھئی۔" بے چارگی کی تفسیر بنی کھڑی تھی۔ اجو بھیا آگئے۔ ہنسنے لگے۔

"ٹھیک تو ہے۔ اب جلدی کا کام تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" ذرا سماں کو تو بلا کر لاؤ۔ وہ بھی دیکھے اپنا حجلہ عروسی۔"

میں نے جب تک دو لڑیاں ہی دیوار سے اتاری تھیں جب سماں کو وہ آفت زدہ لڑکیاں پکڑ لائیں۔ اف یہ مضحکہ خیز صورت حال۔ میں بھنا کر باہر آگیا۔ اور صوفے پر گر گیا۔ اجو بھیا نے آکر کہا۔

"ارے گاڑی جہاز کی رفتار سے میں نے چلائی۔ تھک تم گئے۔ واہ نورین چائے۔"

چند منٹ بعد ہی نورین چائے لے آئی۔ "کڑک چائے بنائی ہے۔ تاکہ آپ لوگوں کی تھکن اتر جائے۔"

"وہ اپنی کارگزاری کا ڈھول نہ پیٹے کیسے ہو سکتا تھا۔

"اور سماں کو امی کے کمرے میں لے جا کر لٹا دیا ہے تاکہ وہ بھی اپنی تکان اتار لے۔ یہاں تو شور ہو رہا ہے اور بھائی نے اپنے کمرے کو کباڑ خانہ بنا دیا ہے۔"

"صرف دو لڑیاں اتار کر پھینکی ہیں۔ تم انہیں اٹھا نہیں سکتیں؟ اور ہاں یہ کباڑ آپ کا ہی مہیا کیا ہوا ہے۔" میں چڑ گیا۔

"نورین! تم سماں کو بھابھی نہیں کہو گی؟" اجو بھیا نے ٹوکا۔

"عمر بھر نام لیا ہے۔ مجھ سے چھوٹی ہیں محترمہ صاحبہ۔" منہ بنا کر توجیہہ پیش کی۔

لڑکیوں نے پھر ڈھول سنبھال لیا تھا۔ شادی کے گھر کا ماحول بن گیا۔ آپا خاصی ست سی تھیں۔ مجھے یک لخت یاد آیا۔

"بھائی جان۔ انہوں نے یقیناً" کوئی فساد برپا کیا تھا۔ آپا بلاوجہ چپ نہیں رہ سکتیں۔ ان کو غصہ بھی آتا تھا۔ اور وہ ہم لوگوں پر بگڑنا اور جھگڑنا اپنا حق سمجھتی تھیں۔ مگر بھائی جان خود بہت غصے والے تھے۔ خاصے گستاخ واقع ہوئے تھے۔ لحاظ و مروت سے عاری۔ آپا ان کے غصے سے ڈر جاتی تھیں۔ اجو بھیا نے آپا کو اپنے پاس صوفے پر بٹھا لیا اور میری ناگہانی شادی کا حال سنانے لگے۔ نورین بھی آگئی۔

"اب ایسا ہے کہ۔۔۔ کھانے کے بعد میں چلا جاؤں گا۔ راشد بھائی سے مل کر آتا ہوں۔ تب تک تم کھانا لگاؤ۔ مہرین کو بھی چھوڑ دوں گا گھر بچوں سے گپ شپ ہو جائے گی۔" وہ کھڑے ہوئے تو آپا بھی کسمساتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔

"میں گھر میں بیٹھ کر کیا کروں گا۔" میں نے کہا۔ "میں بھی چلتا ہوں۔"

"تم؟ کیوں؟ یار! تم تو گھر میں رہو۔" اجو بھیا نے کہا۔

"میں بھی بچوں سے مل لوں گا۔ لڑکیوں میں بیٹھ کر کیا کروں؟" میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

"صرف لڑکیاں ہی نہیں ہیں۔ تمہاری ایک عدد دلہن بھی ہے یہاں۔ اس کو تسلی دو۔ دل بہلاؤ۔"

میں جھینپ گیا۔ "آپ اجو بھیا۔ وہ سو چکی ہے۔"

"بھائی کھانا کھا کر ہی چلے جاتے۔ ابھی لگا دیتی ہوں آپا بھی کھا لیتیں۔" نورین نے مشورہ دیا۔

"نہیں میں وہیں کھا لوں گی۔ دیر ہو گئی ہے۔ سب سو نہ گئے ہوں۔" آپا بے چین تھیں بھائی جان گھر پر ملے۔ جاگ رہے تھے۔ اجو بھیا نے بہت محبت سے انہیں گلے لگایا۔ میرا مصافحہ کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ مانی شانی کو پکارنے لگے۔ ساریہ دوڑتی ہوئی آئی۔ آپا سے لپٹ گئی۔ پھر میری طرف مسکراتی ہوئی آئی۔ ابھی میں نے اس کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ بھائی جان نے ناگواری سے کہا۔

"ساریہ! اندر جاؤ۔ بوا سے کہو چائے بنا لیں۔ ماں تو تمہاری بھائیوں کی خوشی میں آداب میزبانی بھول گئی ہیں۔ مہمان بن گئی ہیں۔"

ساریہ ڈر کر پیچھے ہٹی اور اندر بھاگ گئی۔ آپا بھی شرمساری اندر چلی گئیں۔

اجو بھیا کو عجیب سا لگا۔ بولے "ارے نہیں راشد بھائی۔ ہم مہمان تو نہیں ہیں۔" "اصل میں دو سال بعد مہرین سے ملا ہوں میں۔ اس لیے کچھ جذباتی ہو رہی

ہے اور آپ عادل کو تو مبارک باد دیں۔ آج ہم نے "آنا" فانا" ان کو دولہا بنا دیا۔ بے چارہ پکڑا گیا۔ "حکم حاکم مرگ مفاجات" کی مانند۔"

وہ دانت پیس کر بولے "ہوں ہوں۔ جانتا ہوں۔ کس لیے آنا" فانا" یہ کام ہوا ہے۔ میری ضد میں۔"

پھر جو شروع ہوئے تو کسی کو بولنے نہ دیا۔ وہی شکوہ گلہ کہ امی نے محض ان کی ضد میں یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ ورنہ کوئی اس طرح اپنے اکلوتے لائق فائق بیٹے کی شادی کر سکتا ہے۔ جس میں کوئی شریک نہ ہو۔ یہ محض داماد کو ذلیل کرنے کے لیے ڈراما کیا ہے۔"

اجو بھیا نے ان کے چپ ہوتے ہی صفائیاں دینا شروع کیں۔ انہیں سمجھانا چاہا کہ اس وقت سچویشن ہی ایسی ہو گئی تھی کہ "مجبورا" اس طرح عجلت میں نکاح کرنا پڑا۔ ورنہ یہ رشتہ تو امی نے بچپن سے ہی ان لوگوں کا طے کیا ہوا تھا بلکہ اس معاملے کو عادل اور سماں سے بھی پوشیدہ رکھا تھا۔ کہ جب بڑے ہو جائیں گے تو ظاہر کیا جائے گا۔ لیکن سماں کو والدہ کی فوتگی اور دوسری ماں کی کوشش کہ ان کی مرضی سے سماں بیاہی جائے امی کو "مجبورا" یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ عادل کو تو منگنی کی نیت سے بلایا تھا۔ مجھے بھی مگر۔ حالات ایسے ہو گئے۔ میں نے خود عادل کو سمجھا کر فوری نکاح کے لیے راضی کیا تھا۔"

اجو بھیا تو حقیقت بیان کر رہے تھے۔ مگر بھائی جان بھلا کس کی سنتے ہیں۔ ضدی اڑیل' پھر سے شروع ہو گئے۔ اور کھل کر بتانے لگے کہ وہ عادل سے اپنی بہن بیاہنا چاہتے تھے۔ اور یہ عمل.... اب بھی ممکن ہے۔

اجو بھیا میری طرف دیکھنے لگے۔ میں مجرموں کی طرح گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ بھائی جان دانت پیس رہے تھے۔ ہونٹ چبا رہے تھے۔ اجو بھیا نے غور نہیں کیا۔ مگر میں چونک گیا۔ "اب بھی ممکن ہے۔" کا مطلب کیا تھا۔ وہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔

"اجو بھیا! چلیں۔" میں نے کھڑے ہونے میں عافیت سمجھی۔ اجو بھیا کھڑے ہو گئے۔

"جاتے ہوئے اپنی بہن کو ساتھ لے جانا۔ میری بہن میرے گھر' تمہاری بہن تمہارے گھر۔"

اجو بھیا حواس باختہ ہو گئے۔ یہ کیسی جاہلانہ فرمائش تھی۔ میں تو جانتا تھا اس لیے پر سکون تھا۔

"بھائی! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔"

"ہے تو سہی۔ مگر اس کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولے۔

اب دونوں میں نئے سرے سے بحث شروع ہو گئی۔ دلیل' تاویل' معذرت' صفائیاں' وضاحتیں' سب فضول' بیکار۔ ایک ضدی' ہٹ دھرم' جاہل (میری نظر میں) محض اڑا ہوا تھا' بچوں' گھر کی تباہی کا کسی کی اہمیت نہ تھی۔ اہمیت تھی تو اپنی ذات کی' اپنے فرمودات کی۔

"بھائی! خدا کا خوف کریں۔ بے قصور عورت کو کس بات کی سزا دینا چاہتے ہیں آپ۔ بچوں کو ماما سے محروم کر کے گناہ مول لے رہے ہیں۔" بھیا زچ ہو کر گڑگڑانے لگے۔ تقریبا"۔

"تو جس کا قصور ہے۔ اس سے کہو۔ اب بھی وقت ہے۔ میری بات مان لے۔ میری عزت رکھ لے۔ بہنوئی سمجھتا ہے تو اس کا وقار بھی قائم رکھے۔"

"جی؟ میں سمجھا نہیں۔ کیسے؟ یعنی کہ" اجو بھیا گڑبڑا گئے۔

"ایسے کہ میری بہن سے شادی کر لے۔ ابھی وقت گزرا نہیں۔" اجو بھیا بوکھلائے۔ میں تلملایا بلکہ ہونق بن گیا۔

"صاف بات ہے۔ میری بہن کی عادل سے شادی' تمہاری بہن کی آبادی۔ اب اجو بھیا ہونق بن گئے۔ پہلے مجھے پھر بھائی جان کو دیکھا۔ بے یقینی سے۔"

"مگر عادل کی تو شادی ہو چکی ہے۔"

"رشتہ تو میں نے پہلے دیا تھا۔ مجھے ذلیل کرنے کے لیے آنا" فانا" وہاں جا کر رشتہ طے کر دیا۔ کیا قیامت پیچھا کر رہی تھی کہ لڑکی بھاگی جا رہی تھی۔"

"استغفار بھائی کس طرح کی سوچ ہے آپ کی۔ خاندانی معاملے میں ایمرجنسی ہو بھی جاتی ہے۔ بتایا تو

تھا ابھی آپ کو۔" سخت حیران تھے اجو بھیا مگر ضدی اڑیل ٹٹو ہرگز ماننے پر تیار نہ تھا۔ راشد مسعود نام کا۔
"اگر میری بہن کی آبادی کے لیے یہی شرط ہے آپ کی۔ تو میں مانے لیتا ہوں۔ میں کرلوں گا آپ کی بہن سے نکاح۔" اجو بھیا پسپا ہو گئے۔
"چونک گئے۔ کندھے اچکائے۔ "میں تمہارا بسا بسایا گھر کیوں اجاڑوں؟ جانتا ہوں ہم اپنی بیوی سے بہت محبت کرتے ہو۔ عادل نے تو ابھی اسے دیکھا بھی نہ ہو گا۔ زبردستی کی شادی ہوئی ہے۔ اسے سمجھالو۔ بس۔"

منہ موڑا اور اندر غڑاپ۔۔۔ سفید چہرہ لیے آپا بھی اندر چلی گئیں۔ اجو بھیا سکتے کی سی کیفیت میں کھڑے تھے۔ میں کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ جہاں اندھیرے کی حکمرانی تھی۔ کوئی جگنو نہ تھا۔ نہ سکھ کا اجالا۔ نہ اطمینان کی کرن۔ صرف تاریکی۔ اندیشے اور فکر۔
میں نے دل کو ٹٹولا کیا مجھے قربانی دینی چاہیے؟ آپا کے سکھ کی خاطر۔ بچوں کی خاطر۔ بھائی جان کے وقار کے ثبوت کے لیے۔ لیکن کیوں؟ بھائی جان یہ کیوں نہیں سوچ رہے۔ اجو بھیا کا بسا ہوا گھر کیوں اجاڑیں۔ اپنا ہی اجاڑلیں۔ مقصد؟ فضول۔ بہن کی شادی اب سے دس سال پہلے ہو جانی چاہیے تھی۔ نہیں ہو سکی تو ہمارا کیا قصور۔ اب ہوش آیا ہے؟ واہ بھئی میں ہی مٹی کا مادھو ملا انہیں۔ کوئی راستہ۔ کوئی حل' آسان سی کوئی تدبیر کچھ نہیں۔
"چلیں؟" میں نے خیالوں میں گم اجو بھیا کی آواز سنی۔ مڑ کر دیکھا۔ مایوسی اور صدمہ ان کے خوب صورت چہرے پر رات کی تاریکی کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ ہم دونوں مڑے۔ پیچھے سے آپا کی آواز آئی۔
"ٹھہرو مجھے بھی جانا ہے۔" اجو بھیا نے مجھے میں نے مڑ کر آپا کو دیکھا۔ وہاں وہی تاریکی تھی۔ اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ ساریہ بلبلا رہی تھی۔ اف۔
"تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو۔ گھر میں رہو۔ بچوں کے پاس۔" اجو بھیا انہیں ڈانٹ رہے تھے۔

"نہیں رہ سکتی۔ جانے کا حکم ہوا ہے۔"
"کچھ دن رہ کر سمجھاؤ تسلی سے مزنہ کو کہو وہ سمجھائے۔"
"انہیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں۔ صرف فرشتے سمجھا سکتے ہیں اور میں اور مزنہ فرشتے نہیں۔" عجب سا صبران کے لہجے میں تھا۔ میں ٹھٹھرنے لگا۔
"اچھا رکو۔ میں ایک کوشش اور کر کے دیکھتا ہوں۔"

اجو بھیا گھر کے اندر چلے گئے۔ میں اندھیرے کی چادر آگے بڑھتا دیکھ رہا تھا۔ آپا شاید کوئی آس کا سرا تھامے کھڑی تھیں۔ میں جانتا تھا۔ بھائی جان اب کوئی دلیل نہیں مانیں گے ان کی انا درمیان میں تھی۔ وہی ہوا صبر آزما چند منٹ جو شاید گھنٹوں پر محیط تھے۔ گزر گئے۔

اجو بھیا۔۔۔ آگئے تھے۔ سیاہی نے ان کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے آئے اور آگے کو چل پڑے۔ میں نے بیگ آپا سے لے لیا۔ ان کا بازو پکڑ کر میں بھی باہر نکل آیا۔ گھر میں۔۔۔ اب خاموشی تھی۔ نورین نے کھانا میز پر رکھ دیا تھا۔ آپا کو بیگ سمیت آتا دیکھ کر کوئی سوال نہیں کیا۔
"سماں نے کھانا کھالیا؟" اف اجو بھیا کا خیال۔ ان حالات میں بھی انہیں سماں کی فکر۔
"جی۔ میں نے سماں نے 'سب سہیلیوں نے۔ اجو بھیا' نانی شانی اور ساریہ کو بھی لے آتے۔"
آپا جو محض اجو بھیا کی خاطر کھانے لگی تھیں میز پر سر رکھ کر رونے لگیں۔ سب نے ہاتھ روک لیے۔ بھیا بے چینی سے ٹہلنے لگے۔
"اف مہرین! میرے ساتھ چلو۔ میں ان حالات میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ رک بھی نہیں سکتا۔ مجھے آج ابھی روانہ ہونا ہے۔ آصفہ نے ڈرنا شروع کر دیا ہو گا۔"
"نہیں بھائی۔" آپا نے سر اٹھا کر کہا۔ "آپ جائیں۔ میں ٹھیک ہوں۔" ان کی سرخ آنکھیں الفاظ کی نفی کر رہی تھیں۔

"تم چلو میرے ساتھ۔ دو تین دن بعد چھٹی لے کر آجاؤں گا ساتھ آجانا۔ ایک بار اور کوشش کرلوں۔" مگر آپا نے کچھ سوچ کر فیصلہ کرلیا تھا۔
"نہیں بھیا! میں ٹھیک ہوں۔ آپ جائیں۔" وہ باہر برآمدے میں نکل گئیں۔ اجو بھیا کو ہم نے زبردستی باہر بھیجا۔ میں نے اور نورین نے انہیں گاڑی میں بٹھایا۔
"اجو بھیا! فکر نہ کریں۔ بھائی جان بدمزاج ہیں مگر بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ کچھ وقت گزرے گا تو غصہ کم ہوجائے گا۔"
"کاش آپ بھابھی کو بھی لے آتے۔ تو میں کبھی آپ کو آج جانے نہ دیتی۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ امی کو خیال ہی نہ آیا کہ... ایک بڑی بہن ایک چھوٹی بہن ایک اکلوتی بھابھی بھی شادی میں شریک نہ ہوئیں۔ دیکھئے گا۔ میں ان سے کتنا لڑوں گی اس بات پر۔"
سخت خفا تھی۔ اجو بھیا مسکرانے لگے۔ پھر نورین کو گلے لگایا اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ان کی نظریں نہ جانے مجھ سے کیا کہہ رہی تھیں۔ کوئی سوال کوئی خواہش شاید آپا۔
میں نے انہیں نظروں ہی نظروں میں تسلی دی۔ پھر وہ چلے گئے۔ اور اندر گھر میں آنے تک میں نورین کے سوال کا جواب دے چکا تھا۔ آپا کی بیگ کے ساتھ تشریف آوری۔ نورین جاننا چاہتی تھی۔ ایسا کیا ہوا جو وہ بچوں کے بغیر پہلے بھی اور اب دوبارہ بھی آگئیں۔ آج سے پہلے کبھی ایسا ہوا نہ تھا۔
اور جب میں نے بھائی جان کی فرمائش 'ضد' حکم سنایا وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر حیرت سے چپ کی چپ رہ گئی۔
اندر آکر اس نے فون اٹھایا اور آصفہ بھابھی سے بات کی انہیں اجو بھیا کی روانگی کا بتا کر تسلی دی۔
"پریشان نہ ہوں بھابھی، بس کسی وجہ سے دیر ہوگئی۔ لاہور 'ہاں ہاں لاہور آگئے تھے نا۔ بہت فاسٹ ڈرائیو کرتے ہیں بھیا۔ ان شاء اللہ جلدی پہنچ جائیں گے۔ آپ تب تک ٹی وی ڈرامے دیکھیں۔ جی میں نے آیت الکرسی پڑھ کر دم کردیا بھیا پر بھی گاڑی پر بھی۔ فکر نشتہ... وہی آکر بتائیں گے آپ کو لاہور آنے کی وجہ۔ اور دیر ہونے کی وجوہات۔ اللہ حافظ۔"
پوری دادی اماں بن جاتی تھی سب کی۔ میں کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی نیند کا حملہ ایسا شدید کہ کچھ ہوش نہ رہا۔ حالانکہ نہ ذہن مطمئن تھا نہ دل پرسکون۔

☼ ☼ ☼

صبح نہ حسب معمول اجلی اور روشن۔ بوا نے ناشتہ میز پر رکھ دیا تھا۔ خوشبودار آملیٹ اور پراٹھے۔ نورین چائے کی کیتلی لیے آرہی تھی۔ حسب عادت کچھ بولتی ہوئی۔ میں نے آپا کے متعلق پوچھا۔ منہ بنانے لگی۔
"انہیں کیا ہونا ہے۔ ٹھیک ہیں۔ چپ چپ سی ہیں۔ اپنی دلہن کے بارے میں تو پوچھیں۔ بے چاری آدھی رات کو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ روتی رہی۔"
"کیوں؟" میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔
"لو... مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ بھئی امی کی وجہ سے۔ اپنی بے تکی شادی کی وجہ سے... اور آپ نے پلٹ کر خبر تک نہ لی۔"
"میں؟ میں کیا خبر لیتا؟ مجھے تو خود ہی کچھ عجیب عجیب سا لگ رہا ہے۔ بھائی جان نے مجھے چور بنا دیا ہے۔ اجو بھیا کس قدر پریشانی میں گئے ہیں۔ آپا الگ... بلا خطا کے سزا کی مستحق ٹھہرائی جارہی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے۔ یہ شادی ہی غلط وقت پر ہوئی ہے اور امی نے اپنی بھتیجی کی محبت میں... سب کو امتحان میں ڈال دیا ہے میرے بارے میں تو سوچا ہی نہیں۔" "افوہ میں بھی

"اچھا جی تو شادی کے وقت کیوں چپ رہے۔"
نورین بدمزاج نہ تھی۔ مگر اس وقت وہ بھی اپنی کزن کی حمایت میں بگڑ رہی تھی۔ "سب کی بے چارگی نظر آرہی ہے۔ وہ بے چاری معصوم بے خطا پڑی ہے ادھر۔ روتی رہی غریب۔"

"اچھا' اچھا آپا کو بلا کر لاؤ اور سماں کو بھی۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"بلایا ہے۔ آجائیں گی۔ سماں کو امی کی فکر ہے۔ گوہر جان سے کچھ بعید نہیں وہ۔۔۔ کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ ماموں کو مٹھی میں لے رکھا ہے۔"

"امی بہت بہادر اور ہمت والی ہیں۔ انہیں کوئی ڈرا نہیں سکتا۔ میں ماموں کے آفس فون کر کے خیریت پوچھ لوں گا۔ گھر پر شاید ممانی کو اچھا نہ لگے۔"

آپا آگئیں۔ سماں کو نورین لے کر آئی۔ آپا کے چہرے پر غصہ' کرختی اور بےزاری صاف نظر آرہی تھی۔ وہ سماں کو نظروں سے جلا کر بھسم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ظاہر ہے انہیں سماں قصوروار لگ رہی تھی۔ سماں سر جھکائے ناشتہ کر رہی تھی۔ نورین اس کی خاطر میں لگی ہوئی تھی۔ اور کچھ دلچسپ فقرے بھی چست کر رہی تھی۔

آپا کو نورین پر بھی غصہ آرہا تھا۔ وہ اسے جھڑک دیتیں۔ مگر نورین کو پروانہ تھی۔ اسے سماں کو خوش کرنا تھا۔ سماں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ پتا نہیں۔ اسے ہنسی آ بھی رہی تھی یا نورین فضول بول کر۔۔۔ شاید آپا کو ہی غصہ دلا رہی تھی۔ ان کو تو اپنے میاں صاحب پر غصہ آنا چاہیے تھا۔ مگر وہاں تو گم صم تھیں۔

"آپا! آپ بھائی جان کو سمجھائیں۔ کتنی غلط ضد اور فضول فرمائش مجھ سے کر رہے ہیں۔ اور آپ کو بھی بے قصور۔۔۔ یہ تو زیادتی ہے۔"

"میں کچھ کر سکنے کی پوزیشن میں ہوتی تو سمجھاتی۔ تم نے مجھے موقع دیا نہ حق۔" ان کا لہجہ تلخ' بیزاری اور شکوے سے پر تھا۔

"آپا۔۔۔ آپ پہلے ہی۔۔۔ یہ موقع آنے ہی نہ دیتیں۔ مزنہ آپا مجھ سے کتنی بڑی ہیں۔ اور میں پچھلی بار یعنی جب پہلی دفعہ بھائی جان نے تجویز دی تھی۔ تب ہی انکار کر چکا تھا۔ میں۔۔۔ مزنہ آپا کی عزت کرتا ہوں۔ بہن سمجھتا ہوں۔ کتنے غلط موقعے پر انہوں نے یہ شوشا چھوڑا ہے۔ اور اب تو۔۔۔"

"ہاں۔ اب تو تم مجبور ہو۔" وہ جھلا گئیں۔ "ایک بہن کی خاطر کیا یہ کڑوا گھونٹ نہیں پی سکتی تھے۔ اگر میری جگہ نورین ہوتی۔ اس کی خوشی کی خاطر۔۔۔ کیا یہی کرتے؟ نہیں کیونکہ وہ تمہاری سگی بہن ہے۔ میں' مجھے بھلا یہ حق کس نے دیا ہے۔۔۔ ماں جائی نہیں ہوں میں اس لیے۔۔۔" وہ زہریلے لہجے میں بولیں۔

میں دنگ رہ گیا۔

"آپا! خدا کا خوف کریں۔ ہم نے کبھی آپ کو خود سے الگ سمجھا ہے؟ آپ میری بڑی بہن ہیں۔ جیسے نورین چھوٹی۔ امی نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی۔ انہوں نے خود بھی کبھی آپ کو بیٹی کے درجے سے کم نہیں سمجھا۔ کبھی انہوں نے آپ کی حق تلفی کی؟ ہمیشہ یہی سمجھایا کہ آپ ابا کی بیٹی ہیں۔ اجو بھیا بیٹے ہیں جیسے تم دونوں ہو۔ خون کا رنگ کیا الگ ہوتا ہے۔ آپ کے دل میں یہ خیال آیا کیسے؟"

میری آواز بھی کچھ بلند ہو گئی۔ نورین اور سماں جا چکی تھیں۔ میں نے آپا کی ہمدردی میں یہ ذکر چھیڑا تھا۔ آپا جز بز ہو رہی تھیں۔

"اب کیا بتاؤں۔ خیال پر پابندی تو نہیں لگائی جا سکتی۔ کہنے کو الفاظ بھی نہیں رہے میرے پاس۔ میں تو خالی ہاتھ لاوارث ہو گئی۔" آواز ان کی بھی تھرتھرا رہی تھی۔

"آپا! میرے سوالوں کے جواب دینے کے بجائے۔ خود پر مظلومیت طاری نہ کریں۔ بچے آپ کے بڑے ہو گئے ہیں۔ آپ نے لمبا عرصہ بھائی جان کے ساتھ گزارا ہے۔ پھر بھی آپ ان سے کچھ منوانے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ آپ کو میں ملزم نظر آرہا ہوں۔ بھائی جان کی ہٹ دھرمی میں "اس پر غور کر لیتا۔ اور سوچنے آخر کیوں؟ میں اپنی زندگی کے ایسے اہم موقع پر۔۔۔ اپنی مرضی یا اپنی ماں کی خواہش کے بجائے۔ بھائی جان کی فرمائش کیوں پوری کروں۔ آپ غور کریں۔ ایک سال پہلے تک تو وہ مجھے مخاطب تک نہیں کرتے تھے۔ میں آپ کی اور بچوں کی وجہ سے آپ کے گھر جاتا تھا۔ بھائی جان میرے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے تھے۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے اور منہ پھیر کر

الگ بیٹھ جاتے۔ انہوں نے کبھی مجھے اپنے ہم پلہ نہیں سمجھا۔ عزت تو دور کی بات ہے۔ کبھی بات کرنے کے لائق نہیں جانا۔"

میں نے دل کے پھپھولے آج پھوڑ دیے۔ جو حقیقت تھی۔ میرے دل کو اکثر ان کے ناواجب رویے کی چبھن اذیت میں مبتلا کر دیتی۔ امی سے میں نے کئی بار کہا۔۔۔ وہ لاپروائی سے کہہ دیتیں۔

"بعض لوگ سسرال والوں کو اہمیت نہیں دیتے۔ تمہیں ان سے کیا۔ اپنی بہن سے ملنے جاتے ہو۔ بچوں کی خاطر ملتے ہو۔ وہ مخاطب نہ ہوں۔ مگر تم سلام بھی کرو اور مخاطب بھی ہوا کرو۔ بعض گھرانوں میں اب بھی یہ طریقہ ہے۔ اسے نظر انداز کر دینا چاہیے۔ مگر عزت میں کمی نہ ہو۔"

اور اب آپا شاید غور کر رہی تھیں۔ لیکن ان کی ضد اور بدگمانیوں کی حد نہ تھی۔ بچپن سے ہم نے ان کو ہر کسی سے لڑتے۔ روٹھتے دیکھا تھا۔

"اگر بہن سمجھتے' میری بربادی کی فکر ہوتی۔ تو کوئی راستہ نکالتے۔ مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑتے۔"

آپا بھائی جان سے کم نہ تھیں۔ انہیں سمجھانا۔ ان سے کچھ منوانا۔۔۔ پہاڑ سر کرنے کے برابر تھا۔ ادھر اجو بھیا تھے۔ نرم مزاج' نرم گفتار' صاف دل۔ محبت کرنے والے۔ امی کی تابع داری فرض سمجھتے۔ آپا دراصل اپنی ننھیال کے زیر اثر تھیں۔ جہاں انہیں امی کی طرف سے ورغلایا جاتا۔ سوتیلی ماں کے ظلم و ستم کی داستانیں سنا کر انہیں نفرت پر مجبور کر دیا جاتا۔ اب بھی وہ اپنی مظلومیت پر قائم تھیں۔ ارے بابا۔ وٹہ سٹہ اور اتنا انمل' بے جوڑ۔

جھک مار کر میں اٹھا۔ اور آفس کے لیے روانہ ہوا۔ جاتے ہوئے بے ارادہ میری نظر سماں کی طرف گئی۔ وہ برآمدے میں کھڑی تھی۔ ہراساں اور پریشان بچاری مجھے غصہ آ رہا تھا۔ ہر کسی پر۔ امی' ماموں' سماں' بھائی جان کوئی بھی یہ نہیں سمجھ سکے گا۔ کہ سب نے میرے ساتھ کیسی زیادتی کی ہے۔ میں تو باقاعدہ الو بنایا گیا ہوں۔ ظلم ہوا ہے مجھ پر۔ زبردستی ایک زنجیر سے باندھ کر میرے صبر و ضبط کو آزمایا جا رہا ہے۔ میں کیا اتنا گیا گزرا ہوں۔ شادی۔ افوہ! کسی کی شادی ایسے ہوتے دیکھی نہ سنی۔

اور سماں۔ اس پر سب سے زیادہ غصہ تھا۔ وہ تو کچھ بولتی۔ اپنی خواہش کا اظہار کرتی۔ اکلوتی اولاد تھی۔ وہ ماموں سے کہتی۔۔۔ اسے یہ شادی منظور نہیں' بھئی میں کب اس سے شادی کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ فضول لڑکی امی کی لاڈلی تھی بس۔ پتا نہیں وہ کیا سوچتی ہوگی۔ میری بے اعتنائی آپا کی نفرت۔

افوہ! میں تو امی کی تابعدار اولاد ہونے کے جرم میں سزا بھگت رہا ہوں۔ مجھے امی پر یقین ہے۔ وہ بہت سمجھ دار اور پر شفقت ماں ہیں۔ میرے لیے غلط نہیں سوچیں گی۔ وہ جو اجو بھیا اور آپا کے لیے اتنی مہربان اور شفیق ماں تھیں۔ میں تو پھر ان کی اولاد ہوں۔ انہوں نے یقیناً"سماں کے لیے بھی اچھا سوچا ہوگا۔ افراتفری اور عجلت کے اس بندھن کو۔۔۔ مضبوط بنانا اب میری ذمے داری تھی امی نے یہی سمجھایا تھا اور میں۔۔۔ اف میرا ذہن۔۔۔ کس قدر منتشر ہو رہا تھا۔

آفس پہنچتے ہی ماموں کو فون کیا۔ بہت خوش تھے۔ سماں کے بارے میں سوال کیا۔

میں نے امی کا پوچھا۔ انہوں نے بتایا۔

"وہ بہت مصروف ہیں۔ جلد آ جائیں گی۔"

"افوہ۔" کیوں وہاں رکی ہوئی ہیں؟ بے وجہ کوئی کام نہیں کرتیں۔ یہ تو اہم معرکہ سر کر کے آئیں گی ورنہ۔۔۔ لاڈلے سپوت اور جان سے پیاری بھتیجی کو اس طرح کیسے چھوڑ سکتی ہیں۔ ڈرتے ڈرتے اللہ کا نام لے کر امی کو ماموں کے گھر ہی فون کر لیا۔ شاید فون کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔ شکر ادا کیا۔ پھر ناز بھرے شکوے۔

"آتیں کیوں نہیں آپ حد ہو گئی۔ میں لینے آ جاؤں؟ اکیلا چھوڑ دیا مجھے۔ یہاں معاملات خاصے گمبھیر ہیں۔ آئیں نا۔ آ کر سدھاریں۔" وغیرہ وغیرہ۔

"فضول باتوں کے لیے فون کیا ہے؟ اب تک تو چپ کی مہر لگائے بیٹھے تھے۔ بے وقوف وہاں کے

معاملات کیا ہیں؟ اندازہ ہے مجھے۔ نورین کافی ہے سنبھالنے کے لیے۔"

فون کھٹ یعنی بند' چلو یہ جواب تھا اتنے شکووں کا وہ نورین' اسے امی نے اپنی ساس یعنی میری دادی کا درجہ دے دیا۔ واہ ہم بے وقوف رہے۔ دانت پیس کر دفتر کے رجسٹر کھول لیے۔ اسٹاف کو خوب ڈانٹا۔ دن بھر چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرکے۔

گھر آیا۔۔۔ یہاں آپا کا موڈ خراب۔ نورین بھی بدمزاجی کے مظاہرے کرتی رہی۔ سماں۔۔۔ اوہ! وہ تو غائب تھی۔ یقیناً" نورین کی تحویل میں ہوگی۔ نورین کو اللہ موقع دے۔ امی کی کمی پوری کرنے کے لیے ہمہ تن مستعد۔ قائم مقامی میں اس کا ثانی ملنا مشکل تھا۔

کھانا کھا کر ایک دوست کی طرف چلا گیا۔ دیر تک وہاں لطیفوں کا مقابلہ ہوا۔ گھر آیا۔ نورین نے غصے سے مجھے دیکھا۔ اس سے زیادہ قہر آلود نظروں سے میں نے اسے گھورا۔ اور بغیر کچھ بولے اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

بھئی اب دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔ جبکہ۔۔۔ امی کی جواب دہی کا خوف بھی نہ ہو۔ اور دوستوں کی دلچسپ محفل۔

☆ ☆ ☆

اور یہ دوستوں کی محفل اگلے تین دن' رات گئے تک جاری و ساری' جگمگاتی رہی۔ مسائل سے بچنے کا بہترین طریقہ۔ لیکن۔۔۔ تا بہ کے۔۔۔ نورین سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ (یا میں نے خود نہ دیا) لیکن وہ بھی کم نہ تھی۔ آگئی۔

"بھائی! آپا کا غصہ بڑھ رہا ہے۔ سماں کی مایوسی۔ کچھ آپ بھی اپنا حصہ ڈالیں۔"

"میں؟ میری بے سکونی دیکھ رہی ہو۔ اف امی کہاں رہ گئیں۔ "فون پر بھی نہیں ملتیں۔" میں بھنا گیا۔

دن بھر فون کرتا رہا تھا۔ مجال ہے کسی نے اٹھایا ہو۔ ماموں بھی۔۔۔ مصروف تھے۔ یا بات کرنے میں انہیں بے عزتی کا احساس ہو رہا تھا۔ چپ۔

"اچھا؟ بے سکونی کا مداوا۔ ہوں دیکھ رہی ہوں میں مسکراتے ہوئے آتے ہیں آئے کمرہ بند۔ پھر صبح ہی باہر نکلے ناشتہ کیا۔ روانہ کہاں؟ اللہ جانے؟"

میں گڑبڑا گیا نہ تو۔۔۔ بے سکونی کا مداوا نہ کروں۔ بیٹھا رہوں گھر میں؟ فضول۔"

"اچھا اپنی بے سکونی کا مداوا کرنے کا ہفتہ بھر کا شیڈول طے کرلیا۔ یہاں جو گھر میں سب بے سکون ہیں۔ آپ ان کا بھی کچھ خیال کرلیں۔ سماں کو تو آپ نے بھلا ہی دیا۔ وہ بے چاری۔"

وہ بے چاری' آپا بے چاری اور میں بے چارہ کیا کروں؟ "تم جو ہو چارہ گر۔ سب کی دادی۔۔۔ بھلا بھائی جان کے غصے کے لیے میں کس طرح جادو کی چھڑی لے کر ان پر اپنا کمال آزماؤں جو وہ خوشی خوشی آپا کو آپ لے جائیں۔"

میرے خیال میں تو یہی علاج تھا بھائی جان کو سیدھا کرنے کا۔ کوئی جادو کی چھڑی۔ آپا کا غم زدہ وجود۔ بچوں سے جدائی کا دکھ' گھر سے دور ہونے کا دکھ۔

"پتا نہیں بھائی جان کا غصہ کب ختم ہوگا۔ اس کے ساتھ سب کی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"بھائی! آپا اسکول گئی تھیں۔" نورین نے انکشاف کیا "بچوں سے ملنے۔ وہ اسکول نہیں گئے تھے۔ آپا اپنے پڑوسیوں کے گھر گئیں۔ وہاں پتا چلا بھائی جان بہن کو رائے ونڈ خالہ کے گھر چھوڑ کر بچوں کو لے کر کہیں چلے گئے ہیں۔ گھر بند ہے۔"

میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"چلے گئے ہیں؟ یہ بھی آپا کو تنگ کرنے کی کوئی ترکیب ہوگی۔ آپا بہت پریشان ہو گئی ہوں گی؟" مجھے ان پر ترس آگیا۔ بے چاری۔

"پریشان؟ جی نہیں۔ ان پر جنون طاری ہو گیا۔ غصہ' جلال' آگ بگولہ۔ نہ کھایا پیا۔ نہ ہمیں کھانے دیا۔ سب بھوکے بیٹھے ہیں۔"

نورین۔۔۔ اس لیے زیادہ مشتعل تھی۔ بھوک کی کچی تھی۔ نہ کہ دن بھر کھانا ہی نہ ملے۔ بے چاری۔

"کچن کی نگرانی کر رہی ہیں۔ کسی کو اندر جانے کی

اجازت نہیں ہے۔" کہتی ہیں۔ "میں بھوکی مروں تم لوگ کھاؤ۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔ سب مریں گے ساتھ، یہ حال ہے۔"

"اچھا چلو تم کچن میں، میں آپا کو بہلا کر مناؤں گا۔ انہیں سمجھانا مشکل ہے۔ مگر کچھ کرنا پڑے گا۔"

میں آپا کے پاس آگیا۔ ان کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہونا پڑا۔ نورین کے لیے راستہ صاف کرنا ضروری تھا۔ اب میں نے... کچھ اداکاری اور زیادہ دلی محبت سے انہیں بہلانا شروع کیا۔ پیار سے، لجاجت سے، گڑگڑا کر وہ دن بھر شاید روتی رہی تھیں۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں منہ لال ہو رہا تھا۔ میری تسلیاں دلاسے مزید دکھی کرنے لگے۔ پھر سے آنسو بہانے لگیں۔

گھنٹہ بھر لگا۔ مگر میں نے انہیں کچھ منا ہی لیا۔ نورین کو پکار کر چائے لانے کا کہا۔ خود بھی پی انہیں بھی پلائی۔ بسکٹ کھلائے۔ زبردستی ان کے منہ میں ڈالے۔ غرض کچھ طبیعت بحال ہوئی۔ رات تک ان کے پاس بیٹھا تسلیاں دیتا رہا گو کہ مجھے بھائی جان سے کوئی خاص امید نہ تھی کہ وہ بچوں کا خیال کر کے اپنی ضد سے باز آئیں گے۔ لیکن آپا کو میں یہی باور کرا رہا تھا کہ بچوں کے اصرار اور ضد سے مجبور ہو کر وہ آپا کو لینے خود آئیں گے۔ اس میں کوئی دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں۔

ان کا موڈ بحال ہوا۔ پھر نورین نے کھانے کے لیے بلایا۔ تو میں ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر لے چلا۔ ان سے ہلکی پھلکی باتیں کرتا رہا۔ ساریہ کی۔ مانی شانی کی۔ کھانے میں پلاؤ تھا۔ مجھے پلاؤ بہت پسند تھا بریانی کے مقابلے میں، سماں بھی آگئی تھی۔ نورین سلاد، رائتہ اور ٹماٹر کی چٹنی لے آئی۔

"واہ!" میرے منہ سے نورین کے لیے تعریف نکلی۔ پھر میں نے آپا کی پلیٹ میں بھی سلاد اور رائتہ ڈال دیا۔

"کھائیے آپا... آپ نے تو کم خوراکی میں سماں کو بھی مات دے دی ہے۔ واہ مزے دار ہے۔ لگتا ہے پلاؤ آپ کی ترکیب اور مسالوں سے پکایا ہے نورین نے آپ نے بھی تو امی سے ہی سیکھا ہے۔ بالکل امی کے ہاتھ کا ذائقہ ہے۔"

"ہونا ہی چاہیے۔ تمہاری امی کی بھتیجی نے جو بنایا ہے۔"

ان کی آواز ٹھٹھری ہوئی تھی۔ ہر لفظ سے تلخی لپٹی ہوئی تھی۔ تمہاری امی اور بھتیجی کے لفظ میں نفرت کا عنصر زیادہ ہی تھا۔ میں نے ٹال دیا۔ نورین سماں کے ساتھ جڑی بیٹھی تھی۔ اس کی پلیٹ میں کبھی رائتہ، کبھی بوٹی، کبھی سلاد ڈالتی جا رہی تھی۔ روز یہی ہوتا تھا ورنہ وہ بے چاری (بے چاری کیوں؟) بھوکی ہی اٹھ جاتی۔ سر نیچا کیے سستی سے کھا رہی ہوتی تھی۔ پتا نہیں اسے کیسا کھانا پسند آتا ہوگا۔

اچھا، اچھا او ہو! کمال ہے۔ سماں! تم اتنا اچھا کھانا پکا لیتی ہو۔ اور پلاؤ تو مجھے بہت پسند ہے۔ اور ہاں تم خود اتنا کم کھاتی ہو بھلا کیوں؟"

سماں نے خفیف سی گردن اٹھا کر مجھے دیکھنا چاہا۔ یا (شاید) مجھے ایسا ہی لگا۔

"اور کیا۔" نورین ایک چمچ پلاؤ اس کی پلیٹ میں ڈال کر بولی۔ "کھاتی کیا ہیں محترمہ؟ سو نکھتی ہیں۔ میں نہ زبردستی کھلاؤں تو چڑیا جیسی ہو جائیں اور خود سارا دن کچن میں گھسی رہتی ہیں۔ کبھی پکا رہی ہیں، کبھی برتن دھو رہی ہیں۔"

"کون کہہ سکتا ہے کہ یونیورسٹی کی گولڈ میڈلسٹ ہیں۔" پیار بھرا تھا، لہجے میں۔

"اچھا؟ مجھے کسی نے نہیں بتایا۔" میں حیران ہوا۔ واقعی، مجھے تو یہ بھی علم نہ تھا کہ اس نے پڑھا کیا ہے۔ میں تو اسے محض کالج گرل سمجھتا تھا۔ اتنی سی تو ہے۔ نورین سے بھی کچھ چھوٹی۔ میں نے تعریفی نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ گلابی ہو رہی تھی۔ آپا کے پلیٹ کھسکانے کی آواز تو نہیں سنی میں نے۔ البتہ کرسی کھسکا کر جانے کو ہوئیں۔ تو میں نے تعجب سے کہا۔

"ارے۔ آپا! کھانا تو کھالیں۔ کیا اچھا نہیں لگا؟"

"تم کو پسند آرہا ہے۔ تم کھاؤ۔" کہہ کر باہر نکل گئیں۔ سماں کا رنگ اڑتا ہوا میں نے دیکھا۔ خوف زدہ نظروں سے آپا کو جاتے دیکھ رہی تھی۔

نورین کندھے اچکا کر بولی۔ "کھاؤ جی کھاؤ ہمیں تو بہت مزا آرہا ہے۔"

مگر سماں نے چمچہ پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔ وہ گم صم سی ہو گئی تھی۔ پھر اس کی پلکیں بھیگنے لگیں اور ٹپاٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ ہائے معصوم دل دکھ گیا۔ (میرا)

"کیا ہے سماں؟" نورین ہمدرد لہجے میں اسے ڈانٹنے لگی۔ "کیوں پروا کرتی ہو۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیے۔ مجھے کوئی بلاوجہ 'بے قصور مجرم' سمجھے میں تو اس کا منہ توڑ دوں سیدھی بات ہے۔ تم اس کان سے سنو۔ اس دوسرے والے کان سے نکال دو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ کیوں بھائی؟" داد طلب نظروں سے مجھے دیکھا۔

"لیکن آپا بھی تو بے قصور ہیں۔ رنجیدہ ہیں۔ بچوں کا کیا قصور ہے؟"

"وہ ان کے میاں کا اور ان کا آپس کا معاملہ ہے۔ خود نپٹیں ہمیں کیوں سزا دے رہی ہیں اور بچے؟ خوہ۔ فضول، نکمے، بزدل بچے۔ ارے ماں کا ہاتھ تھام کر باپ کی ٹانگ کھینچ لیتے۔ چھوڑتے ہی نہیں۔ پھر دیکھنا تھا تماشا۔ مگر....."

نورین کے لیے تو ہر بات معمولی سے بھی کم درجے کی ہوتی تھی۔ کم از کم وہ خود اس مشکل مرحلے کو آسان بنانا جانتی تھی۔ بولنے کی بیماری تھی اسے۔

"میں تو بھئی ایسا ہی کرتی۔" وہ مجھے جز بز ہوتا دیکھ کر کندھے اچکانے لگی۔ "اور کرنا چاہیے بھی۔ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ بلند ہے۔ انہیں ماں کے ساتھ ہی آجانا چاہیے تھا۔ بھاگ کر۔" کچر کچر کھیرا چبا رہی تھی۔

میں چڑ گیا۔ گھر سے باہر آگیا۔ اف آپا کا بھی کیا قصور ہے۔ بچوں کے بغیر رہنا۔ کتنی اذیت میں تھیں بے چاری مگر نورین کو کیا فکر۔ وہ تو آپا کی جگہ ہوتی تو شاید بھائی جان کو (یعنی اپنے متوقع شوہر کو) مارنے سے بھی گریز نہ کرتی۔ چیخ چیخ کر محلہ سر پر اٹھا لیتی۔ وہ شوہر کو گھر سے نکال دیتی، خود گھر میں جمی رہتی۔ جی، لیکن آپا کو۔۔۔ سماں سے کیا کد ہے۔ اس بے چاری نے تو کچھ کیا نہ تھا۔ اور بھئی یہ امی آخر کہاں اٹک گئی ہیں۔ ساری خرابی یہ ہے۔

جھلا کر ایک پتھر کو ٹھوکر ماری۔ جو سڑک کے کنارے چپ چاپ پڑا تھا۔ بے چارہ لڑھک کر بیچ سڑک پر جا گرا۔ ہلا اس کا کیا قصور۔ معصوم کنارے پر آرام کر رہا تھا۔ میری پر جلال ٹھوکر نے اس کو کتنی اذیت دی ہو گی۔ ابھی کوئی گاڑی آئے گی۔ اور ظالم پہیوں سے کچل دے گی۔ توبہ۔ میں دوڑ کر پتھر کے پاس پہنچا۔ پتھر اٹھا کر اسے ذرا سہلا کر کنارے پر رکھا۔ سوری بھی کہہ دیا۔ ہاں بھئی غلطی پر معافی مانگنا چاہیے۔ خاصی واک ہو گئی گھر چلنا چاہیے۔

حیرت۔ کمرے میں نورین سماں کو لیے بیٹھی تھی۔ باتیں۔۔۔ مجھے دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور تحکمانہ انداز میں کہنے لگی۔

"بھائی! بس بہت ہو گئی موت۔ سماں آج سے یہیں رہے گی۔ اور سماں! خبردار جو یہاں سے کہیں گئیں۔ یاد رکھو۔ تم اس گھر کی بہو ہو۔ تمہیں یہیں رہنا ہے۔ بھائی کے کمرے میں۔" سر اٹھائے باہر نکل گئی۔ میں بے بسی سے سر سہلاتا رہا۔

"میں، میں تو اصل میں سوچ رہا تھا کہ امی آجائیں۔ وہ رخصتی وغیرہ کے بغیر تو پھر۔" فقرے ادھورے رہ گئے۔ نورین نے دروازہ کھول کر جھانکا۔ بولی۔ "اور ہاں خود کو خطاوار سمجھنا چھوڑ دو۔ امی ہیں ہر بات کی ذمے دار۔ آئیں گی تو دیکھنا کیا کرتی ہیں۔" دھمکی (شاید مجھے)

"میں تو ہوں نا اصل قصوروار۔ میری وجہ سے آپا کے بچے جدا ہوئے۔" سماں کی دبی ہوئی آواز میری سماعت میں آ ٹکرائی۔ اوہو محترمہ بول سکتی ہیں۔

"تو پھر تو بھائی بھی ذمے دار ہوئے۔ انہیں ہی سب بھگتنے دو۔ تم کیوں؟"

کمرہ میں پھر۔۔۔ میں اور سماں نورین دروازہ بند کر

کے جا چکی تھی اور وہ انگلیاں موڑ رہی تھی یا چٹخا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بے بسی تھی۔ شاید ناخوشی یا پتہ نہیں۔ مجھے چہرے پڑھنے سے دلچسپی نہ تھی۔ نہ مجھ میں ایسی کوئی صلاحیت تھی۔

نورین مجھے بدھو کہتی تھی۔ مجھے کچھ بولنا چاہیے۔ شاید سماں منتظر ہو مگر کیا بولوں۔ مجھے سماں سے دلچسپی تھی نہ لگاؤ۔ میں اسے فضول سی جھکی ' بے تکی ' لڑکی سمجھتا تھا۔ یہ معلوم ہی نہ تھا کہ بچپن سے ہی ہمیں.... کسی بندھن میں باندھا جا چکا تھا۔ امی کے بقول.... اب.... ایسا کچھ ہو ہی گیا ہے.... تو کچھ اظہار میری طرف سے بھی ہونا چاہیے۔

"وہ سماں۔" میں نے خود کو بولتے سنا۔ (حیرت سے) تم یوں کیوں بیٹھی ہو؟ نورین کہہ رہی تھی تم سارا دن کچن میں کام کرتی رہتی ہو۔ تمہیں بھلا کب عادت ہے.... تھک جاتی ہو گی.... آرام کرو۔" روانی سے بات کر کے میں نے تصور میں اپنی پیٹھ ٹھونکی۔ واہ میرے شیر۔

اس کا چہرہ گلاب ہو گیا۔ کھڑی ہو گئی۔ "میں نماز پڑھ لوں۔"

وہ واش روم میں چلی گئی۔ پھر کچھ دیر بعد آئی۔ جاء نماز کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں گھمائیں۔ میں نے تکیے کے نیچے سے جاء نماز نکال کر اسے پکڑائی اور خود اخبار میں سر گھسا لیا۔ اس نے نماز میں کافی دیر لگائی۔ جب وہ جاء نماز تہہ کر رہی تھی۔ میں نے اٹھ کر اس کے ہاتھ سے لے کر تکیے کے نیچے رکھ لی۔ وہ کھڑی رہی۔ پھر ہچکچاتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں.... یہاں سو جاؤں؟" اس کی نظریں ٹوسیٹر صوفے پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے ہنسی آگئی۔

"میرا خیال ہے۔ بچوں والی کاٹ لا کر رکھ دیتا۔ تم اس میں بھی سو سکتی تھیں۔ لیکن یہ صوفہ ناکافی ہے۔ تم کروٹ کے ساتھ نیچے گر جاؤ گی۔ ویسے میرا یہ بیڈ کافی وسیع و عریض ہے۔ کبھی آپا کے ساتھ بچے آتے ہیں۔ تو تینوں بچے اور میں یہ آرام اس پر ہی سوتے ہیں۔"

میں نے اسے دیکھا۔ انگلیاں مسل رہی تھی۔ گریز، تکلف یا شرم۔ میں نے کھڑے ہو کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیڈ کی طرف لانا چاہا۔ وہ واقعی پریشان سی لگی۔ بے خیالی میں یا اسے تسلی دینے کے خیال سے میرا ہاتھ اس کی کمر پر جا رکا۔ وہ جیسے کپکپا گئی۔ اف۔" کر کے اس نے کمر اندر کی طرف سمیٹی۔ مجھے عجیب سا لگا۔ کوئی تکلیف؟ اس کے چہرے پر کسی اذیت کے آثار لگے۔ ہاتھ پھر سے کمر پر لگایا تو انگلیوں کو ناہمواری کا احساس ہوا۔ وہ پھر پیچھے کو ہٹی۔ اب مجھے کوئی نئی سی یا عجیب کیفیت کا ادراک ہوا۔

"کمر پر کیا ہوا ہے؟" میرے منہ سے نکلا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اس کوشش کو ناکام بناتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کی قمیص پیٹھ کی طرف سے اوپر پلٹ دی۔ کمر صاف نظر آ رہی تھی۔ جیسے کسی نے اسے فرش پر گھسیٹا ہو یا ناخنوں سے نوچا ہو۔ سرخ لمبی ابھری ہوئی دھاریاں سفید جلد پر نمایاں تھیں۔

"کیا ہوا ہے؟ یہ زخم کیسے ہیں سماں؟" میں چیخا تھا۔

اس نے بے بس' زخمی نظروں سے مجھے دیکھا۔ آنکھیں سرخ ہوئیں پھر لبالب پانی سے بھر گئیں۔ اف کس قدر دکھی' فریادی نظریں تھیں۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں سماں سے کبھی بے تکلف بھی ہو سکوں گا۔ اتنا قریب یا اس سے ہمدردی' لیکن عجیب لمحہ تھا اور انتہائی قربت کا احساس۔ گرم جذبات اور میرا درد مند دل....

میں نے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا۔ اور تسلی دینے کے لیے اس کے شانے تھپکنے لگا۔ کچھ بولے تو' بتائے تو سہی۔ ہوا کیا ہے۔ اتنی تکلیف ہو رہی ہو گی بے چاری۔

"ہاں بولو' کیسے چوٹ لگی یہ۔" اس کے نرم گرم جسم سے اپنائیت کی مہک میرے جسم میں پیوست ہو رہی تھی۔ سماں تو وہ اپنی تو تھی ہی ماموں زاد۔

"چوٹ نہیں ہے۔" وہ بول پڑی۔ رندھی ہوئی آواز میں "آپا نے مارا ہے۔ وہ مجھے روز مارتی ہیں۔ آج' آج زمین پر گرا کر چپل سے.... بہت زور سے مارا۔"

میں مارے حیرت کے منجمد ہو گیا۔ اپنا ہاتھ ہٹا کر۔ اسے دور کر کے گھور کر دیکھا۔

"میں چیخی۔ تو زور سے میرا منہ ہتھیلی سے بند کر دیا۔ بولیں۔ کسی کو بتایا تو جان نکال لوں گی۔ میں نے نورین کو بتا دیا۔ پھر انہوں نے دوبارہ بھی مارا۔"

"تم ہم۔۔۔ آ" آپا۔" میں واقعی ہونق بنا کھڑا تھا۔

"ہاں جی۔ مارتی جاتی ہیں۔ روتی جاتی ہیں۔ میری وجہ سے ان کا گھر اجڑا ہے۔ میری وجہ سے بچے جدا ہوئے۔ اس لیے مجھ سے ہی بدلہ لیتی ہیں۔"

وہ روتی جاتی تھی۔ آنسو دوپٹے سے پونچھتی جا رہی تھی۔ عجیب سین تھا۔ مجھے وہ چار سال کی بچی لگ رہی تھی۔ جو چوٹ کھا کر روتی ہوئی فریاد کر رہی تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔ پھر الماری سے زخم کی ٹیوب نکال کر اس کی کمر پر کریم کا لیپ کیا۔ جس طرح بن پڑا۔ اس کی دل جوئی کرتا رہا۔ زبان سے 'الفاظ سے' پیار سے محبت سے۔

ارے 'ہاں' مجھے تو خبر نہ تھی کہ.... محبت ہوتی کیا ہے۔ کیسی ہوتی ہے۔ کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن آج لگا کہ ہو گئی ہے یا پہلے بھی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہے۔ وہ بھی سماں سے۔ جو (بظاہر) مجھے خاص پسند نہ تھی۔ لیکن آج اس کی فریاد کرتی آنکھیں۔ فریاد کرتی زبان۔ اس کی بے خطا ہستی۔ سزا۔ اف آج میں نے پہلی بار اس کی قربت پاتے ہی کیسے اس محبت کو کھوج نکالا۔ جو میرے نہاں خانۂ دل میں عرصہ دراز سے پل رہی تھی۔

ابھی آج احساس ہوا کہ میں تو اسے ہمیشہ سے ہی چاہتا تھا۔ چاہتا ہی رہا ہوں۔ امی کی لاڈلی نہ جانے کب میرے دل کی رانی بن گئی تھی۔ اور میں۔ ایک اس قدر مضبوط رشتے سے بندھنے کے بعد بھی نظر انداز کرتا رہا۔ اپنی محبت شریک حیات کو 'جائز ملکیت کو خود سے دور۔ اف۔ لاپروائی۔ سزا مجھے ملنے چاہیے تھی یا شاید مجھے مل رہی تھی۔ سماں پر ظلم کی صورت۔

آپا کے خلاف میرا سینہ شعلوں سے بھر گیا۔ دماغ میں طوفان برپا تھا۔ اب صبح ہوتے ہی آپا کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میں معاف تو نہیں کروں گا اور اگر امی نے آپا کی حمایت میں مجھے کچھ سمجھانا چاہا۔ خون کے رشتے میو موت کے متقاضی ہوتے ہیں۔ یہی تو نصیحت تھی۔ گھٹی میں گھول کر پلایا تھا بہن بھائی کی محبتوں کا احساس اور یقین۔ ارے تو اگلے کو بھی ایسی نصیحت کیوں نہ کی۔ مجھے آج سماں میں اپنا وجود نظر آ رہا تھا۔ جیسے میں اور وہ۔ وہ اور میں۔ ہم دو نہیں۔ ایک ہو گئے ہیں۔ مجھے اتنی ہی اذیت ہو رہی تھی۔ جتنی سماں کو ہوئی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ میں تڑپ رہا تھا۔ اس کی مظلومیت میری محبت بن گئی۔ شاید یہ قدرت کی کوئی مصلحت ہو کہ میں اس نہج پر آ کر محبت کروں۔

بس اب امی کی نصیحت بھی نہیں سنوں گا میں۔ اگر انہوں نے میل ملاپ کی کوشش کی۔ میں سماں کو لے کر چلا جاؤں گا۔ سب سے الگ ہو جاؤں گا۔ مجھے اب ہر رشتہ نقلی اور بناوٹی نظر آ رہا تھا۔ سماں میرا سب کچھ بن گئی تھی۔ سب کچھ محبت نہیں میں عشق کرنے لگا سماں سے۔ وہ جو مجھے کبھی خاص نہیں لگی۔ آج وہ خاص الخاص ہو گئی تھی۔ نہ جانے میں نے کتنی بار اسے اپنی محبت کا یقین دلایا۔

کس قدر چاہت کا اظہار کیا۔ کتنی ہمت بڑھائی۔ دلاسے دیے۔

صبح، صبح ہو گئی۔ ظاہر ہے صبح روشن چمکدار ہوتی ہے۔ آج کی صبح حسین تھی۔ مہربان اور پر یقین۔ ناشتہ بہت ہی زبردست تھا۔ نورین کی بدولت۔

سماں نے مجھے پر امید نظروں سے دیکھا۔ آپا۔ آ گئی تھیں۔ ناشتہ کرنے میں مزے سے ناشتہ کرتا رہا۔ آپا کو قطعی نظر انداز کر دیا۔ (یہ سزا کافی تھی نا بھئی) میں انہیں کچھ کہہ نہیں سکا۔ کہہ سکتا ہی نہ تھا۔ اتنی بڑی تھیں مجھ سے 'امی کہتی تھیں۔ بڑی بہن ماں جیسی ہوتی ہے۔ تو ماں کو بھلا کوئی کیا کہے گا۔ وہ تو محبت اور ممتا سے لبریز ہوتی ہے۔ پتا نہیں آپا بھی محبت ممتا کو مانتی تھیں یا نہیں۔)

لیکن بس اتنا ہوا کہ میں ان کے سامنے سماں پر توجہ دے رہا تھا۔ اسے کھانے کی چیزیں دے رہا تھا۔ "یہ لو

یہ کھاؤ یہ چکھو اور آپا کے خلاف جو رات کو میں شعلوں کی تپش میں جھلس رہا تھا۔ اب بھی اس کی حرارت چہرے پر ضرور تھی۔ اور آپا اسے "یقیناً" سمجھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر میرے خلاف ناگواری کے جذبات ظاہر ہو رہے تھے۔ میں نے پروانہ کی۔

یہ حقیقت ہے۔ جو اب میری سمجھ میں آ رہی تھی کہ میں کسی سے نفرت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ کسی اپنے سے بڑے کو... کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ ناگواری کے اظہار کے سوا جو چہرے سے ظاہر ہو جائے۔ اتفاقاً "یا ضرورتاً" تو وہ میں کر رہا تھا۔ آفس سے چھٹی لے لی۔ صرف سماں کے لیے۔ اسے آج کے دن آپا کی مار سے بچانے کے لیے۔

میں اسے پورے گھر میں ساتھ لیے گھومتا رہا۔ چھت پر نیچے لان میں۔ ہم دونوں نے مل کر گھر کی صفائی کرڈالی۔ امی کا کمرہ نورین کا کمرہ۔ چیزیں سمیٹ کر الماریوں میں رکھیں۔ فرنیچر کی ترتیب بدلی۔ گملے ادھر سے ادھر کیے۔

نورین کچن سے ہمیں دیکھ کر مسکراتی اور آنکھوں کے اشارے سے شاباشی دے رہی تھی۔ (چالاکو ماسی) آپا... آپا بھی کچن میں مصروفیت ظاہر کر رہی تھیں۔ مگر ان کی آنکھیں۔ ہم دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اور ایسے دہک رہی تھیں۔ جیسے... تنور فل گرم ہونے کے بعد۔ ان کی آنکھوں کے لپکتے شعلے سماں کو بھسم کرنے کے لیے لپک رہے تھے لیکن میری موجودگی ان کو اپنے شکار سے محرومی کا غصہ۔

سماں نے پورا برآمدہ دھو ڈالا۔ میں وائپ کرتا جاتا۔ وہ گملوں میں پائپ سے پانی ڈالتی۔ میں نل کھولتا بند کرتا۔ وہ جو رات غصے میں میں سوچ رہا تھا کہ...

جیسا کہ میرا خیال تھا۔ میں آپا کی اچھی خبر لوں گا۔ انہیں وارننگ دوں گا کہ اگر آپ نے سماں کو آئندہ کبھی ہاتھ بھی لگایا۔ تو انجام بھی یاد رکھیے گا۔ اور اگر امی نے آپا کی حمایت کی تو میں سماں کو لے کر کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ کرتی رہیں آپا یہاں حکومت۔

تو وہ سب اس طرح نہیں ہوا۔ میں واقعی بہت بزدل۔ بدھو یا زیادہ ہی شریف ہوں یا سب سے محبت کرتا ہوں۔ کسی کو ناراض نہیں کر سکتا۔ پتا نہیں یہ میری خوبی ہے یا خرابی وقت کے ساتھ غصے کے انگاروں پر نورین ہنسی مذاق کے چھینٹے ڈالتی گئی۔ سب کچھ نارمل ہو گیا۔

آپا کی خاموشی کو نظرانداز کر کے میں سماں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ آہا میرا کمرہ جو پہلے کباڑ خانے کا نمونہ ہوتا تھا۔ آج...

کتنا صاف 'فراخ اور روشن لگ رہا تھا۔ سماں کی بدولت۔ وہ بھی اس وقت بہت حسین لگ رہی تھی۔ کل سے بھی زیادہ اور کل تک میں نے اسے غور سے دیکھا بھی نہ تھا۔

آج تو... عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید مسکراہٹ تھی۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ شاید اس وجہ سے (کیا یہ بھی مجھے بدھو سمجھتی ہے؟ پہلا خیال) اس کے کھلتے گندمی رنگ میں ہلکی سی شوخ چمک چہرے کو چمپئی آتشی سا رنگ دے رہی تھی۔ آنکھیں تو جھکی ہوئی تھیں لیکن پلکیں اوپر نیچے ٹمٹما رہی تھیں۔ ارے! آج مجھے ہو کیا گیا ہے۔ مجھے تو کبھی کسی رنگ کا فرق تک معلوم نہ تھا۔ یہ آج چمپئی' گندمی' آتشی کیسے تشبیہات سوجھ گئیں۔ یہ تو پتا نہ تھا کہ وہ کس رنگ کے لباس میں ہے۔ بھئی ہو گی۔ مجھے اس کے کپڑوں کے رنگ سے کیا لینا دینا۔ خود سماں سے ہی واسطہ ہے۔ اچھی ہے بس کافی ہے اور وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ اس سے بھی کچھ لینا دینا نہیں۔ بس وہ میری ہے۔ کچھ بھی سوچتی رہے۔

رات گئے تک میں اس کی دلجوئی کرتا رہا۔ دن بھر اس کے ساتھ تعاون۔ اب کیا یہ کافی نہیں۔ لیکن پھر بھی مجھے اظہار کرنا چاہیے کہ... کہ وہ پہلے نہ سہی۔ اب بہت ہی اچھی لگ رہی ہے اور پہلے کا ذکر بھی کیوں؟ پہلے وہ میری بیگم تو نہ تھی۔ ہیں نا بھئی۔ چلو پھر میاں عادل شروع ہو جاؤ۔ سنا ہے عورتیں (لڑکیاں؟ پتا نہیں) اپنی تعریف مردوں کے منہ سے سن کر بہت خوش ہوتی ہیں۔ اور ساری زندگی خوش رہتی ہیں۔ اور

ساری زندگی مرد تعریف کرتا رہے۔ یہ ممکن نہیں کم از کم میں ان مردوں میں شامل ہونا پسند نہیں کروں گا۔ مجھے اور بہت سے ضروری کام۔۔۔ افوہ۔ ابھی تو معاملہ سیٹ کرلے بھائی۔

"آہم سماں! یہ تم نے کس رنگ کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ نیلے دیکھو میں رنگوں کے بارے میں ذرا کمزور ہوں۔ مجھے نیلا رنگ اسکول کے بچوں کے یونیفارم میں اچھا لگتا ہے۔ تم اگر یہ آج نہ پہنتیں۔"

"میں یہ کیا کر رہا تھا۔ محبت کے بجائے رعب جمانے کی کوشش ہائیں۔

"اول تو یہ نیلا نہیں۔ سبزی مائل فیروزی ہے۔" اس نے ترنت جواب پکڑایا۔

"دوسرے یہ کہ میرے پاس جو رنگ ہوگا۔ وہی پہنوں گی۔ آپ اپنی پسند کالا کردیں گے۔ تو وہی پہن لوں گی۔ سرخ، سبز، گلابی۔"

یہ ٹھیک ہے۔ مگر اس کے پاس یہ رنگ کیوں نہیں۔ سوچنے کی بات ہے۔

"رنگوں سے کیا ہوتا ہے۔ انسان کا رنگ اچھا ہونا چاہیے۔ ایمان کا رنگ، ضمیر کا رنگ کپڑے تو پرانے ہو کر بدرنگ ہو جاتے ہیں۔ مگر انسان کی خوبیوں کا رنگ ہمیشہ چمک دار رہتا ہے۔"

یہ سماں تھی۔ بولنے میں خاصی تیز ہے۔ بھاری دلہن بننے اور سرخ رنگ پہننے کی تمنائی تھی۔ لیکن مایوس میں آگے بڑھ کر اسے مایوسی سے بچانے کے لیے کچھ کہنے لگا تھا کہ کمرے کے دروازے پر زوردار دستک نے ہم دونوں کو چونکا دیا۔ اللہ خیر۔ کہیں آپا نے خودکشی۔

نورین تھی۔ اس نے کہا۔ "امی آگئی ہیں۔" اور رفوچکر ہوگئی۔

میں نے سماں سے کہا۔ "امی آگئی ہیں۔" اور میں نے سماں کے چہرے پر پھوٹتی شفق کا نظارا کرنے کے بجائے امی کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی۔ امی کے کمرے میں تو محفل جمی ہوئی تھی۔ میں کھلے دروازے میں ہکابکا کھڑا رہ گیا۔ جنبش کیا پلکیں جھپکنا بھول گیا۔

اجو بھیا ہنستے ہوئے آئے اور لپٹ گئے۔ آصفہ بھابھی نے میرے سر پر چپت رسید کی۔ ارے۔۔۔ آپا کے تینوں برخوردار ان سے لپٹے بیٹھے تھے۔ آپا کے چہرے پر بھی خوشی کا گلال بکھرا ہوا تھا۔ اور کیا نظارا تھا۔ مجھ جیسے انسان کے لیے حواس باختہ ہونے کے مواقع آتے رہتے ہیں۔ بھائی جان راشد خان صاحب کرسی پر براجمان تھے۔ کچھ شرمندہ یا پچھتاوا میں اندازہ ہی نہ کرسکا۔ جادو کی چھڑی کیا کمال ہے۔

سماں نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ بس آئی اور امی سے لپٹ گئی۔ اب سب ایک ساتھ بولنے لگے۔ پھر ایک غلغلہ سا اٹھا۔ بھائی جان اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے۔ ساتھ ہی آپا بچے سب کمرے سے باہر آگے پیچھے۔

اس رات چشم فلک نے ایک حیران کن نظارہ ملاحظہ کیا۔ بھائی جان نے مجھے گلے لگا کر کہا۔

"سوری۔"

" آپا نے کمر سے لپٹ کر کہا۔ "سوری عادل!" اور ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئے۔

اجو بھیا نے کہا۔ "اچھا راشد بھائی۔ کل ان شاء اللہ ملاقات ہوگی صبح آؤں گا آصفہ کو لے کر، سب ہو جائے گا انتظام۔"

حیرانی۔ "بھائی جان مسکرائے۔ پھر دوبارہ مجھے گلے لگایا۔

"ارے۔ واہ بھئی آپا نے بھی میرے ہاتھ پکڑ کر پیار کیا۔ مزید ارے آنسو پونچھتی گھر سے نکل گئیں۔ میں اپنے ہاتھ گھورتا رہ گیا۔ را' را' رارا۔ یہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ اور آپا کو کیا ہوا کہ۔۔۔۔

اجو بھیا انہیں گیٹ تک پہنچا کر آئے۔ مجھے اپنی جگہ کھڑا دیکھ کر میرے کندھے پر ہاتھ مار کر بولے۔

"بس حیرانی کا دورانیہ ختم۔ چلو اندر یہ دنیا عجیب واقعات سے بھری ہوئی ہے اور ہماری زندگی میں اس سے بھی حیران کن واقعات وقوع پذیر ہونے کے امکان ہیں۔ اس لیے کسی بھی انہونی کے لیے خود کو تیار رکھو۔ چلو آؤ۔"

میں کسی معمول کی طرح ان کے پیچھے چلتا ہوا امی

کے کمرے میں آگیا۔ ابھی تک سب کچھ صاف نہ ہوا تھا۔ شک کے بادلوں میں گھرا ہوا۔ چھپا ہوا موسم۔ میں کسی غبار میں چلتا ہوا کمرے میں آیا۔

اندر نورین اپنی پرشور آواز میں کوئی کتھا کہانی لیے بیٹھی تھی۔ آصفہ بھابھی مسکرا رہی تھیں۔ سماں امی کے بازوؤں میں منمنا رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی امی نے بازو پھیلا دیئے۔ ان کے لبوں پر مشفقانہ تبسم تھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ میں خفگی سے منہ پھلائے کھڑا رہا۔"

اتنی دیر۔ "بھول ہی گئیں کہ یہاں بھی سب آپ کے اپنے انتظار۔۔۔"

امی نے اجو بھیا سے کہا۔ "سن رہے ہو ایک ہفتہ انہیں اتنی دیر لگ رہا ہے۔" "اتنی دیر نہ لگاتی۔ تو نہ مہرین کا گھر بستا نہ کسی کو سکون ملتا۔"

"تم نے پوچھا ہی نہیں۔ امی کے ساتھ میں اور آصفہ کیسے آئے؟" اجو بھیا میرے ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں دوسری کرسی پر ڈٹ گیا۔

"میں تو حیران ہوں۔ بھائی جان آپ لوگوں کے ساتھ کہاں سے آگئے۔" میں نے کہا۔

"تو سنو۔ کل شام۔ مزنہ کی منگنی ہے۔ جو ممکن ہے نکاح میں بدل جائے۔"

میری کانوں میں کوئی بم دھماکا ہوا۔ "منگنی۔۔۔ کس یعنی کس سے۔"

"گھبراؤ نہیں۔ مجھ سے یا تم سے نہیں یہ کارنامہ امی نے انجام دیا ہے۔ جانتے ہو بھائی راشد خان کو منانا جان جوکھوں کا کام ہے۔ پھر یہ کہ راضی کرنا۔ اف۔"

"لیکن کیسے رشتہ کہاں سے ملا؟"

"اللہ کی طرف سے' ہوا یوں کہ میں تم دونوں کو لے کر لاہور کے لیے وہاں سے نکلا۔ ادھر گوہر صاحبہ کے رشتے والے بارات لے کر آگئے۔ یہاں پنچھی اڑ چکا تھا۔ پنجرہ خالی تھا۔ گوہر صاحبہ کو بھی ہماری روانگی کی خبر بعد میں۔ بارات کے پہنچنے کے بعد ہوئی نہ پوچھو۔ انہوں نے کیسا شور غل کیا۔ ظاہر ہے۔ یہی ہونا تھا۔"

"میں اندر گئی۔" امی نے اب بولنا شروع کیا۔ "دولہا کو دیکھا۔ اس کے والد سے ملی۔ انہیں حالات سے آگاہ کیا۔ معقول لوگ تھے۔ انہیں بتایا کہ لڑکی اعلا تعلیم یافتہ ہے۔ بچپن سے اپنے کزن سے منسوب تھی۔ گوہر کی جلد بازی یا خود مختاری کہ نہ باپ کی مرضی پوچھی۔ نہ میری' غرضیکہ صاف صاف اپنا معاملہ ان کے آگے پیش کیا۔ میں اس نتیجے پر پہنچی کہ ہمیں خود سے کسی کے بارے میں رائے قائم کرنے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے۔ نہ ہی کسی کو حقیر سمجھنا چاہیے۔ گوہر جاہل اور بدنیت عورت ہے۔ اسے سماں سے چڑ تھی۔ بہرحال جو بھی تھا۔ مگر دولہا کے والد بہت سمجھ دار اور شریف آدمی ہیں۔ گوہر کے میکے کے پڑوسی تھے۔ اچھے تعلقات تھے ان کے گوہر نے کچھ ایسی من گھڑت کہانی انہیں سنائی کہ وہ یقین کر بیٹھے یہاں تک کہہ دیا کہ باپ لڑکی سے خفا ہے۔ کسی سے بھی شادی کر سکتے ہیں۔ مجھے اختیار دیا ہے' لیکن خیر۔ ان کی مہربانی کہ انہیں میری بات معقول معلوم ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر وہ چاہیں۔ تو میں ان کے بیٹے کی شادی ایک معزز گھرانے میں کرا سکتی ہوں۔ لڑکا بے شک شیف ہے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں اس کے کنٹریکٹ ہیں۔ باہر کے ملک سے ٹریننگ لے کر آیا ہے۔ جاہل نہیں بلکہ بہت سے اعلا تعلیم یافتہ لوگوں سے زیادہ ذہین اور کھلے دل کا شائستہ آدمی ہے۔" دونوں باپ بیٹے نے میری بات شائستگی سے سنی اور کھلے دل سے مانی۔ میری معذرت پر شرمندہ ہوئے۔

اس وقت تو وہ اپنے آٹھ دس آدمیوں کو لے کر چلے گئے۔ اجو نے مجھے فون پر رات گئے راشد کا غصہ اور ضد کا حال بتایا۔ میں نے گوہر کو اس کے حال پر بکتا جھکتا چھوڑا۔ اور صبح ہی اس لڑکے کے گھر پہنچی۔ دوبارہ معذرت کی اور تلافی کے طور پر اس کا رشتہ کروانے کا وعدہ کر لیا۔ لڑکے کے والد بہت متاثر ہوئے۔ وہیں سے میں نے راشد کو فون کیا۔ انہیں اچھے رشتے کا بتایا۔ بمشکل وہ مانے۔ میں نے لڑکے کے والد کی راشد سے بات کروائی۔ اور گھر آ کر احد کو بتایا۔ راشد کی عقل بھی سیدھے راستے پر آگئی تھی۔ دوسرے دن

بچوں سمیت آگئے۔ مزنہ کی تصویر میری فرمائش پر لائے گوہر کی ناگواری کے باوجود میں نے راشد کو روک لیا۔ احد کے گھر ہی لڑکے اور اس کے والد کو بلا کر بات کروائی۔ آسانی سے ماننے والے تو راشد تھے نہیں مگر لڑکے کے والد سے کچھ جان پہچان نکل آئی۔ دو دن بات چیت میں اور گزر گئے۔ پھر راشد نے مجھے اختیار دیا کہ مزنہ کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے لیے فیصلہ کروں۔ اور فیصلہ تو میں کر چکی تھی۔" امی خوش تھیں بہت۔

"واہ امی۔ اپنی بھتیجی کے لیے تو آپ کو وہ خانساماں لگا تھا۔ مزنہ باجی کے لیے آپ راضی ہو گئیں۔ یہ تو اور حیرت کہ بھائی جان مان گئے۔ مگر آپ کا یہ فیصلہ مجھے پسند نہیں آیا۔" میں اب بھی خفا تھا۔

"تو بتاجی! پھر آپ ہی مان لیتے راشد کی بات۔" امی بھی خفگی سے بولیں "دوسری بات یہ کہ لڑکے کی عمر زیادہ ہے۔ مزنہ کے لیے مناسب ہے بھتیجی کے لیے اس لیے مناسب نہ لگا کہ نہ صرف کم تعلیم یافتہ۔ عمر زیادہ' سب سے بڑھ کر یہ کہ بچپن سے تمہارا رشتہ طے تھا۔ گوہر تو انتقام میں یہ کر رہی تھی۔ میں نے اجو کو فون کر کے بلایا۔ انہوں نے بھی ان لوگوں سے ملنے کے بعد اس کو پسند کیا۔ راشد کو بھی منا ہی لیا۔ وہ فکر مند تھے کہ اتنی عجلت میں سب کیسے ہو گا۔ تو اجو اور آصفہ مل کر ان کی مدد کریں گے۔ مزنہ ہی نہیں میں نے مہرین کے لیے بھی راشد سے وعدے لیے ہیں۔ بہت شرمندہ کیا۔ بہرحال چند دن میں انہیں بھی دن میں تارے نظر آنے لگے تھے۔ مہرین کے بغیر بچوں کی ضدیں۔ ماں کے لیے بھوک ہڑتال اور پتا نہیں کیا کچھ۔ مزنہ بھی ان دنوں چپ نہ رہی۔ خیر سب کی مدد شامل رہی ہے تو یہ حل نکلا۔ بس اتنی زیادتی میرے ساتھ ہوئی کہ 'میں اپنے بیٹے کی شادی چھپ چھپاتے کرنے پر۔ خود سے اور تم سے شرمندہ ہوں۔ لیکن اس دوران مجھے بہت سے تجربے ہوئے۔ سب کی نیت کا اندازہ ہوا۔ توبہ کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ اللہ کے سامنے شرمندہ ہوئی۔ اللہ مجھے معاف کرے۔

کسی بھی شخص کو کمتر سمجھنا۔ کسی کام کو حقیر جاننا۔ انسان کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ وہ شیف جسے میں معمولی خانساماں کہہ کر حقیر سمجھتی تھی بے حد اعلا ظرف اور شریف النفس تھا۔ اس کی شہر میں خاصی عزت توقیر ہے۔ آمدنی کے لحاظ سے بھی کسی سے کم نہیں۔ اپنے گھر کے حالات درست کرنے کی جدوجہد میں اس نے عمر کے بڑھنے کی پروا نہ کی۔ دیکھے جانے بغیر محض قیاس آرائی کرنا بھی غلط ہے۔ کوئی محنت کر کے روزی کماتا ہے۔ کم آمدنی سہی۔ حق حلال کی روٹی بچوں کے پیٹ میں جاتی ہے۔ موچی نہ ہو۔ تو ہم سفید پوش لوگ ننگے پاؤں پھریں گے۔ پالش کرنے والا ہمارے تمہارے جوتے ہاتھ میں پکڑ کر کس محبت اور لگن سے پالش کرتا ہے۔ اس کی روزی اس جوتے سے وابستہ ہے۔ جوتوں کو چمکا کر چھوٹے بڑے لوگوں کی عزت بحال کرتا ہے۔ خاکروب بھی کسی سے کم نہیں۔ جو صفائی کے لیے اپنی نیند' آرام تج رہا ہے۔ واقعی محنت میں عظمت ہے۔ اور ہر محنت کش عزت احترام کے لائق ہے۔"

"دیکھو امی کی ہفتہ بھر کی کلوش نے کتنے مسائل حل کیے۔ بلکہ اصلاحی پہلو بھی اجاگر ہوا۔ چلو اب

سوتے ہیں۔ گھر تو بہت صاف ستھرا چمک رہا ہے۔ کہیں بھی بستر بچھالیں۔

"اچھا جی۔" نورین چڑ کر چیخی۔ "آج سماں بیگم نے گھر کی صفائی کر دی تو آپ کو گھر چمکتا ہوا لگ رہا ہے۔ پہلے میں جو اپنی ہڈیاں گھس کر اس پرانے گھر کو اجالنے کی کوشش کرتی تھی۔ تو کسی نے داد نہ دی۔"

نند بھاوج کی روایتی چپقلش شروع؟

"اوہو میری محنت کش ننھی منی بہنا! مجھ سے ناراض نہ ہو۔ بے شک' بے شک' آپ کی محنت بھی کسی سے کم نہیں۔ مگر ہم تو..... انجانے میں گھر کی تعریف کر رہے تھے۔ کسی خاص شخصیت کی نہیں۔"

اجو بھیا نورین کو منانے کے لیے اس کی خوشامد کرنے لگے۔

"خیر چلیں۔ میں تو ویسے ہی..... آپ نے آخر یہ مان لیا کہ سماں نے آج کی محنت سے گھر کو چمکا دیا ہے۔ محنت کش وہ ہے۔ امی آپ کو محنت کش بہو مبارک ہو۔" نورین کا مزاج پل میں رنگ بدلتا تھا۔

"اچھا۔ ایسا کرتے ہیں۔ کل مہرین کے گھر سماں کو لے جاتے ہیں۔ آصفہ' سماں کے ساتھ مل کر گھر کو چمکائے۔ بھئی مزنہ کی بارات آنی ہے آخر۔"

اجو بھیا کی تجویز پر نورین نے سماں کو دیکھا۔ دونوں مسکرائیں۔ پراسرار مسکراہٹ۔

میں نے امی سے شکوہ کر ڈالا۔ "آپ نے مجھ سے پوچھا تک نہیں کہ آپ کے بغیر مجھ پر کیا گزری؟"

میں کب تک چپ رہتا آخر۔ میرا شکوہ بے جا نہیں تھا۔

"خفا ہو؟" امی نے کس سادگی سے سوال کیا۔ اف امی کی معصومیت۔ جی جل کر خاک ہوا۔

"نہیں جی۔ بہت خوش ہوں۔ اگر آپ دو دن اور نہ آتیں۔ میں تو گھر سے بھاگ جاتا۔" میں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں غصہ ظاہر کیا۔ آپا کا نام نہ لیا۔

"مجھے لے کر۔" سماں نے کھلکھلا کر کہا۔

"ہائیں یہ۔" اس نے میرے دل کا راز کیسے جان لیا۔ میں نے تو اس سے کچھ کہا نہیں تھا۔

"سن رہی ہیں امی۔ بیٹے بہو کے ارادے۔"

نورین کو گہرائی میں جا کر راز معلوم کرنا پسند تھا۔

"چالاکو!" اجو بھیا نورین کے سر پر چپت لگا کر ہنسے۔ تو مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ آصفہ بھابھی بھی کھلکھلا کر ہنسیں۔ امی بھی ہنس رہی تھیں۔

"کاش۔ اس وقت آپا بھی ہوتیں۔ پھر مزا آتا۔" نورین نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

میری ہنسی بند ہو گئی۔ میں نے منہ پھلا لیا۔

سماں اور نورین ایک دوسرے کو دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھیں۔ یکدم سماں نے امی کے گلے میں بازو ڈال کر شکایتیں شروع کر دیں۔ میں ہکا بکا۔

"پھپھو بہت خراب ہیں آپ کے بیٹے۔ جی ....اتنے دن مجھ سے بات نہیں کی۔ میں یہیں آپ کے بیڈ پر سوتی تھی۔ رات بھر روتی تھی۔ جی۔ بس اب میں آپ کے پاس ہی سوؤں گی۔" (لاڈو کہیں کی) وہ جو رات میں نے خوشامد میں گزار دی۔ گھر تک چھوڑنے کو تیار ہو گیا۔

زن مرید۔ اف میں زن مرید۔ زن مرید کہیں کا۔

میں بھنا کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ سماں کے بغیر کمرہ اداس اداس کیوں لگ رہا تھا۔ پتا نہیں ظالم جادوگرنی بے مروت۔ وہ تو وہاں ہنسی کے دریا بہا رہی تھی (شکایتیں)

میں چڑ کر سمٹی ہوئی چیزیں ادھر ادھر بکھراتا رہا۔ تکیہ ادھر' جاء نماز صوفے پر۔ گھڑی کھڑکی پر۔ جوتے دروازے کے باہر۔ آدمی کو غصہ راس نہیں آتا۔ سماں کی جھلک دیکھتے ہی۔ مجھے ساری چیزیں سمیٹنی تھیں۔ انہیں جگہ پر رکھنے کے لیے۔ ہائے دن بھر کی محنت اور پھر از سر نو محنت۔ سماں کو ———— کوئی چیز بے جگہ دیکھنے سے الجھن ہوتی تھی۔ اس لیے اس کی ترتیب سے سب رکھنا تھا۔ (اگر وہ آئی)

اب پتا نہیں وہ مجھے کس جگہ رکھے گی؟ ناشکری۔ سوال یہ ہے کہ..... آئے گی بھی؟ یا انتظار پر ٹرخائے گی۔